انوار الاولیاء

(سلسلۂ عمادیہ)

مولفہ

مولوی حسیب اللہ مختار

ترتیب و تدوین

سید نعمت اللہ

خانقاہ عمادیہ قلندریہ پٹنہ سیٹی عظیم آباد کے پیران سلاسل کا تذکرہ

انوار الاولیاء

(سلسلۂ عمادیہ)

مولفہ

مولوی حسیب اللہ مختار

ترتیب و تدوین

سید نعمت اللہ

بساطِ ادب (پاکستان)

کتاب	:	انوار الاولیاء
مولف	:	مولوی حبیب اللہ مختارؒ
ترتیب و تدوین	:	سید نعمت اللہ
پتہ	:	A-57 بلاک 18 فیڈرل بی ایریا کراچی 75950
فون	:	674092 اور 6344439
سالِ طباعت	:	۱۴۲۰ھ مطابق جنوری ۲۰۰۰ء
صفحات	:	152
قیمت	:	150 روپے
کمپوزنگ	:	سافٹ سیک کمپیوٹرز (مخدوم منور عارفی سلطان۔ عاطف جاوید)
سرورق	:	سافٹ سیک کمپیوٹرز (عاطف جاوید)
طابع	:	خرم پرنٹنگ پریس
بہ اہتمام	:	بساطِ ادب (پاکستان)

ناشر

بساطِ ادب (پاکستان)

آر۔۹ ا بلاک ۲۰ فیڈرل بی ایریا

کراچی۔ 75950 فون 656298

انتساب

ہمارے پیارے ابا جان

مولوی محمد ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ

کے نام

جنھوں نے اس نایاب کتاب کے مسودے کو محفوظ رکھا

اور میرے سپرد کیا

کہ آج میں اس کی ترتیب نو کر کے اسے شائع کر سکا

فہرست

تقریظ

انوار الاولیاء ممتاز محترم صوفی بزرگ مولوی حبیب اللہ مختار کی کتاب "وسیلۂ نجات" کے اُس حصے کی تدوین نو ہے جس کا تعلق اکابر سلسلہ کے تذکرے سے ہے۔ اکابر کے تذکرے کا یہ حصہ مفید معلومات افزا اور اہم ہے۔ اس اعتبار سے بھی کہ یہ ایک معروف بزرگ کی تالیف ہے اور اس اعتبار سے بھی کہ عقیدت مندوں اور دلچسپی رکھنے والوں کو اس کے ذریعہ سے سلسلے کی بہت سی باتوں اور اہم نکتوں کا علم ہوتا ہے اور بزرگوں کے کارناموں سے صحیح واقفیت ہوتی ہے۔

مولانا حبیب اللہ مختارؒ نے یہ بات بہت صحیح لکھی ہے کہ "ہمارے اکثر پیر بھائی یہ نہیں جانتے کہ ہمارے پیرانِ طریقت کے کیا نام تھے۔ جنہوں نے بذریعہ شجرہ جانا بھی تو یہ نہیں جانتے کہ یہ لوگ کیسے تھے اور کہاں تھے"۔ "انوار الاولیاء" کا مقصد اس ناواقفیت کا ازالہ اور مریدوں کی روحانی اور ذہنی تعلیم ہے۔ اپنے اختصار کے باوجود "انوار الاولیا" کار آمد اور قابل قدر کتاب ہے۔

'صاحب انوار الاولیاء' کے نبیرے سید نعمت اللہ صاحب نے 'وسیلۂ نجات' سے اخذ و تدوین کا کام بڑی خوبی، محنت اور لگن سے انجام دیا ہے۔ انھوں نے دراصل تذکرے کو زبان وبیان کا نیا انداز دے کر اسے آج کے قاری کے لئے زیادہ مفید اور دلکش بنادیا ہے۔ اس سے پہلے انھوں نے "احوال و آثار، مولوی حبیب اللہ مختارؒ" کے عنوان سے مولانا مختارؒ اور اپنے خاندان کے حالات بڑے ستھرے پیرائے میں قلم بند کئے تھے۔ "انوار الاولیاء" ان کا دوسرا کارنامہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ مفید اور قابل قدر کتاب قارئین کے حلقے میں ضرور مقبول ہوگی۔

(ڈاکٹر) اسلم فرخی

۲۴ رجب المرجب ۱۴۲۰ھ

مقدمہ

علمائے کرام اور صوفیائے عظام کی خدمات جلیلہ سے برِ صغیر میں اسلام کی آبیاری اور توسیع واشاعت ہوئی۔ اس کی حفاظت بھی انہیں اللہ والوں نے کی۔ حکومت کی دست گیری برائے نام اور اکثر سیاسی مصلحت کا شکار تھی۔ صوفیائے عظام کا مسلک صلح کل تھا۔ وہ بہت نرم خو تھے ان کے مزاج میں شدت نہ تھی۔ وہ مقامی رنگ کو ساتھ لے کر چلے اس لئے ان کے کام میں مقامی لوگوں کو کشش محسوس ہوئی اور لوگ جوق در جوق ان کے حلقہ میں داخل ہوتے گئے اور یوں بر صغیر میں اسلام کے پھیلنے کا سبب بنے۔

علماء اور صوفیا کے علمی اور دینی کارناموں کو ان کے ملفوظات اور تذکروں کی شکل میں ان کے مریدوں اور عقیدت مندوں نے قلم بند کیا۔ ان ملفوظات سے آنے والی نسلیں اپنے بزرگوں کے کارناموں سے واقف ہوئیں۔ ان کارناموں کا ذکر اور ان کا مطالعہ بھی باعث برکت ہے۔ حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ نے اپنی تالیف تذکرۃ الاولیاء کے دیباچے میں صوفیاء، علماء اور اولیاء کے تذکروں کے مطالعہ سے سولہ

فائدے لکھے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں :۔

ا۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ صالحین کے ذکر کرنے کے وقت اللہ تعالی کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ بعید نہیں کہ اللہ تعالی ذکر کرنے والے کو مایوس واپس نہ کریں۔

۲۔ کتاب کے جمع کرنے والے کی یادگار قائم رہتی ہے جو کوئی اس کو پڑھے اور دعائے خیر سے یاد کرے تو کیا تعجب ہے کہ جمع کرنے والے کی بخشش کا باعث ہو۔

۳۔ حضرت جنید بغدادیؒ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ بزرگوں کی حکایات و روایات سے کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ فرمایا کہ اس سے شکستہ دل کو تقویت پہنچتی ہے۔

۴۔ حضرت ابو علی رفاقؒ نے فرمایا کہ بزرگوں کی باتوں کو سننے سے اگر سننے والا طالب ہے تو قوی ہمت ہو جاتا ہے اور سننے والا مدمغ اور متکبر ہو تو غرور اس کے دماغ سے نکل جاتا ہے۔

۵۔ حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ تذکرۃ الاولیاء کی تالیف کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ بزرگوں کے مقدس کلام سے ان کو مدد اور فائدہ حاصل ہو اور موت سے پہلے کسی بزرگ کی دولت سایہ نصیب ہو جائے۔

۶۔ قرآن اور حدیث کے بعد انہوں نے بزرگان دین کے کلام کو سب سے بہتر دیکھا اس لئے اپنے آپ کو اس شغل میں مصروف رکھا تا کہ وہ ان بزرگوں میں سے نہ بن سکیں تو ان کے ساتھ کچھ نہ کچھ مشابہت ہی ہو جائے گی۔

۷۔ حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ لکھتے ہیں کہ مجھ کو ایسا زمانہ نظر آرہا ہے کہ اہل غفلت نے بزرگوں کو بالکل فراموش کر دیا ہے اس لئے میں نے بزرگوں کے کلام کو

یکجا کرنا مناسب خیال کیا تا کہ گمراہ لوگ اس کا مطالعہ کر کے سعادت ابدی تک پہنچ جائیں۔

۸۔بزرگوں کی باتیں اول یہ کہ پڑھنے والے کو اہل دنیا کی طرف سے سرد کرتی ہیں دوئم یہ کہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔ سوم یہ کہ اللہ تعالی کی دوستی دل میں پیدا کرتی ہیں۔ چہارم یہ کہ جب کوئی آدمی اس کو پڑھے گا تو اس کٹھن اور سخت ترین راہ کے لئے زاد سفر اکٹھا کرنا شروع کر دے گا جو موت کے بعد سب کو در پیش ہے۔

۹۔کل قیامت کے دن شاید اس تالیف کی وجہ سے نظر عنایت کر دی جائے۔

اس کتاب کے مولف مولوی حسیب اللہؒ نے اپنی کتاب کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے "ہمارے اکثر پیر بھائی یہ نہیں جانتے کہ ہمارے پیران طریقت کے کیا نام تھے اور جنہوں نے بذریعہ شجرہ جانا بھی ہو تو یہ نہیں جانتے کہ یہ لوگ کیسے تھے اور کہاں تھے اور کوئی کتاب بھی ایسی نظر سے نہ گزری کہ جس میں کل بزرگان شجرۂ قادریہ عمادیہ کا احوال ہو اور جب تک کوئی شخص اوصاف حمیدہ سے کسی کے واقف نہیں ہوتا اس کی محبت پیدا نہیں ہوتی ہے"۔اس کے آگے مولوی صاحب لکھتے ہیں "اور وجہ یہ ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ کل پیران سلاسل میں داخل ہیں بلکہ اصل بیعت بواسطہ ان بزرگان دین آپ ہی کے ہاتھ پر ہوتی ہے۔اور رسول اللہ ﷺ کی محبت خدا کے واسطے سے ہے"۔

اس کتاب میں خانقاہ عمادیہ قادریہ قلندریہ عظیم آباد کے پیران سلاسل کا تذکرہ ہے اور یہ بہار کے علماء اور مشائخ کے سلسلہ میں بہت اہم اضافہ ہے۔ مناسب

معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مولوی حبیب اللہ مختار صاحبؒ کا مختصر تعارف پیش کر دیا جائے۔

(۱) مولوی حبیب اللہ مختار صاحب تقریباً ۱۸۶۵ء میں عظیم آباد کے محلہ لودی کڑہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام محمد امین اللہ تھا اور سعد اللہ آپ کے دادا کا نام تھا۔ مولوی صاحب ایک سال کے تھے کہ آپ کے والد صاحب کا انتقال ہو گیا اس کے بعد اپنے دادا سعد اللہ صاحب کے زیر سایہ پرورش پاتے رہے۔ لیکن آپ صرف سات برس کے تھے کہ آپ کے دادا کا بھی انتقال ہو گیا۔ آپ کی دادی کی ایک ہمشیرہ تھیں ان کا نام وزیرن تھا انہوں نے آپ کی پرورش کی اور تعلیم و تربیت دی۔ اس کے بعد خانقاہ عمادیہ میں حضرت مولانا علی امیر الحق قدس سرہ کے زیر نگرانی تعلیم و تربیت حاصل کرتے رہے۔ اٹھارہ سال کی عمر تک انہوں نے فارسی کی تکمیل اور عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔

اس کے بعد آپ مولوی خدا بخش خان بہادر سی آئی ای کے پاس چلے گئے اور چند ماہ پڑھ کر ان کے بھائی مولوی اسمٰعیل صاحب سب رجسٹرار کے ساتھ ہلسہ رجسٹری میں ۱۸۸۴ء میں وثیقہ نویس مقرر ہوئے۔ ایک سال بعد مولانا شاہ علی امیر الحق قدس سرہ کی علالت کی خبر سن کر ہلسہ سے واپس عظیم آباد آگئے اور آپ کو خدا بخش خان صاحب نے گورنمنٹ کی طرف سے لاء ایجنٹ Law Agent مقرر کیا۔ چھ ماہ بعد متفرقہ کلکٹری میں محرر مقرر ہوئے۔ ۱۸۹۸ء میں آپ نے مختار کاری کا امتحان دیا اور کامیاب ہو کر پریکٹس (Practice) کرنے لگے لیکن اس کام میں آپ کا دل نہ لگا۔ آپ کا میلان طبع تصوف کی طرف تھا لہذا مختار کاری ترک کر دی اور اس جائداد کی

---

(۱) تفصیل کے لئے "احوال و آثار مولوی حبیب اللہ مختار" دیکھیں۔

آمدنی سے جو اہلیہ کو ترکے میں ملی زندگی بسر کی۔ آپ نے شاہ رشید الحق قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی۔

حسیب اللہ صاحب کا ۱۵؍ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۲؍ اپریل ۱۹۴۱ء بوقت فجر عظیم آباد میں انتقال ہوا۔ شاہ ابو بختیارؒ کی درگاہ سے جنوب میں دو گز کے فاصلے پر قبرستان باغ مالو خاں میں دفن ہوئے۔ علامہ تمنا عمادی نے قطعہ تاریخ وفات کہا؎

نہ ہو "آگاہ" تو خود نام و پیشہ
بتا دے گا تجھے اے مرد ہشیار
کہ کس سنہ میں ہوئے رخصت جہاں سے
مرے بھائی "حسیب اللہ مختار"
۱۳۶۰ھ = ۲۷-۱۳۸۷

مولوی صاحب سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔ خانقاہ عمادیہ میں ہر قمری ماہ کی بارہ تاریخ کو موئے مبارک رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوتی ہے۔ اس موقع پر خانقاہ کے بزرگوں کی کہی ہوئی فارسی حمد و نعت پڑھی جاتی ہیں۔ اس محفل میں آپ پابندی سے شریک ہوتے تھے اور نعت کی ایک قدیم بیاض سے نعت خوانی آپ کی سربراہی میں ہوا کرتی تھی۔

خانقاہ میں عرس اور دوسری محفلوں میں پابندی سے شریک ہوتے تھے۔ آپ صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ نوافل، شب بیداری اور اوراد و اذکار کا بھی آپ کا معمول تھا۔ اکثر عرس میں عظیم آباد اور نواح میں واقع خانقاہوں کے علاوہ بہار شریف اور آبگلہ (گیا) کی خانقاہوں میں شرکت کرتے تھے۔ آپ کو بزرگان دین سے بہت عقیدت تھی

مختار صاحب کے پاس بڑی اہم نادر و نایاب کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ تھا۔ کتب اندوزی ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ ظاہر ہے یہ شوق ان کو مولوی خدا بخش اور خانقاہ عمادیہ کی صحبتوں میں رہ کر ہوا ہوگا۔

آپ نے جو کتابیں تصنیف و تالیف کیں ان کی فہرست ذیل میں دی جاتی ہے۔

۱۔ انوار الاولیاء مع اسرار الصوفیا۔ اس میں خانقاہ عمادیہ کے پیران سلاسل کا تذکرہ لکھا ہے۔ یہ کتاب کلکتہ سے ۱۹۱۹ء میں چھپنے والی تھی لیکن بوجوہ چھپ نہ سکی۔ اس کتاب کا تذکرہ انہوں نے متعدد جگہ اپنی تالیف "تذکرۃ الصالحین" میں بھی کیا ہے لیکن مختصر نام یعنی انوار الاولیاء لکھا ہے۔ اس کتاب کا مسودہ ناپید ہے۔

۲۔ انوار الاذکیا فی احوال الصوفیہ۔ اس کتاب کا واحد نسخہ خانقاہ عمادیہ منگل تالاب پٹنہ سیٹی (ہندوستان) میں موجود ہے۔ اس کتاب میں پیران سلاسل خانقاہ عمادیہ کا تذکرہ اور مختصر طور پر تصوف کے مسائل پر بحث کی گئی ہے۔

۳۔ وسیلہ نجات : یہ کتاب پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے دو حصے ہیں پہلے حصے میں پیران سلاسل عمادیہ، قلندریہ کا تذکرہ اور دوسرے حصے میں تصوف کے مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ اس کتاب کے تذکرہ کا حصہ "انوار الاولیاء" کے نام سے پیش ہے۔

۴۔ تذکرۃ الصالحین : عظیم آباد اور نواح کے مشائخ و صوفیا کا تذکرہ ہے۔ یہ کتاب ۱۹۳۰ء میں عظیم آباد میں چھپ چکی ہے۔ اب یہ جلد ہی کراچی سے دوبارہ شائع ہونے والی ہے۔

۵۔ تحقیق الکلام فی المولد و القیام : اس کتاب میں محفل میلاد میں قیام کرنے پر متوازن انداز میں بحث کی گئی ہے۔

۶۔ علاج الامراض : اس کتاب میں سر سے پیر تک کل امراض کی تفصیل اور علاج کا بیان ہے، بعض جگہ کچھ نقش اور تعویذ بھی لکھے گئے ہیں۔

شعر و شاعری : آپ کو شاعری کا بھی ذوق تھا لیکن کسی سے تلمذ حاصل نہ تھا۔ آپ مشاعروں میں بھی شرکت کرتے تھے۔ بعض اشعار میں معرفت کے مضامین بھی باندھے ہیں۔ ان میں سے چند ذیل میں دیئے جاتے ہیں۔

کعبہ میں دیر میں ہے کلیسا میں ہے وہی
ڈھونڈو تو ہر جگہ ہے نہیں تو کہیں نہیں
لائق نہیں ہوں میں کہ کہوں بندہ ہوں ترا
جب تک کہ تیرے در پہ جھکے یہ جبیں نہیں
جب کہ حبیب خاص ترے در کا ہے غلام
جائے گا آستاں سے ترے وہ کہیں نہیں

عقبیٰ کی خبر لو تم دنیا کی ہوس چھوڑو
کام آئے گا یاں تم کو یہ لعل و گہر کب تک

مختار صاحب کی بڑی خواہش تھی کہ انوار الاولیاء چھپ جائے لیکن وہ ان کی حیات میں نہ چھپ سکی اور اس کا مسودہ بھی نایاب ہے۔ اب ان کی کتاب وسیلہ نجات کی

تدوین کر کے تذکرے کا حصہ انوارالاولیاء کے نام سے یہ کتاب شائع ہوئی ہے ۔اس میں کوشش کی گئی ہے کہ مختار صاحب کی تحریر اپنی اصل حالت میں رہے لیکن کہیں کہیں جملوں اور الفاظ کی ترتیب میں معمولی ردوبدل کیا گیا ہے۔ہر بزرگ کے تذکرے کے بعد ان کا قطعہ تاریخ وفات بھی لکھا ہوا تھا وہ اس تذکرے میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔کچھ اصحاب کے حالات نکال دیئے گئے ہیں۔ان کا تذکرہ مختار صاحب نے تذکرۃ الصالحین میں شامل کر دیا ہے۔جن بزرگوں کے حالات اس کتاب میں شامل نہیں کیے گئے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔ حضرت مخدوم شاہ ابوتراب قلندر پھلواروی ؒ
۲۔ حضرت مخدوم شاہ عبدالحق قطب قلندرؒ
۳۔ حضرت شاہ انعام الدین قلندرؒ
۴۔ حضرت شاہ وجہ اللہ قلندرؒ
۵۔ حضرت مولوی حافظ محمد صفیؒ
۶۔ حضرت مولوی حافظ محمد ولیؒ
۷۔ حضرت مولوی شاہ آل یسینؒ
۸۔ حضرت مولانا شاہ احمد ظہیر الحقؒ
۹۔ حضرت مولانا حافظ سید شاہ محمد سفیر الحق محدثؒ
۱۰۔ حضرت مولانا حافظ شاہ فقیر الحقؒ

مجھے امید ہے کہ اس کتاب کی اشاعت سے خانقاہ عمادیہ پٹنہ سیٹی (عظیم آباد) کے پیران سلاسل کے بارے میں وابستگان خانقاہ اور عام لوگوں کی معلومات میں گراں

قدر اضافہ ہوگا۔

مسودے اور مطبوعہ کتاب کی عبارت کے فرق کو ظاہر کرنے کے لئے ایک نمونہ مسودے سے اور وہی حصہ مطبوعہ کتاب سے نقل کیا جاتا ہے تاکہ دونوں کے فرق کا کچھ اندازہ ہو سکے۔اس عبارت میں اس زمانے کے رواج کے مطابق اکثر "ے" کی جگہ "ی" لکھی گئی ہے اور "ھ" کی جگہ "ہ" کو استعمال کیا گیا ہے۔

مسودے کی عبارت :

صاحب منبع الانساب لکھتے ہیں کہ آپ مرید اپنی چچا شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردیؒ کے تہی۔اور زمانہ قطب ربانی کا پایا ہی اور برکت ملازمت سے آنحضرت کے فوائد عظیم و بہرہ تمام حاصل کیا نقل ہے کہ شیخ شہاب الدینؒ فرماتے ہیں کہ علم کلام میں مشغول تھا اور کئی کتابیں اوسکی میں نے یاد کی تہیں۔اور چچا ہماری اس سے منع کرتے تہی۔ایک روز ہماری چچا واسطے زیارت حضرت شیخ عبدالقادرؒ کے گئی اور میں اونکی ساتھ تھا مجھکو کہا کہ حاضر رہو کہ پیر مردولی آیا ہے اور دل اوسکا اللہ تعالی سے خبر دیتا ہے ومنتظر رہو برکات دیدار کے جب میں بیٹھا تو شیخ ابو نجیبؒ نے کہا کہ یا سیدی یہ برادرزادہ میرا علم کلام میں مشغول رہتا ہے ہر چند کہ میں منع کرتا ہوں باز نہیں آتا ہی۔

اس کی جگہ اس مطبوعہ نسخے میں عبارت یوں لکھی گئی ہے۔

(۱) آپ اپنے چچا ضیاء الدین ابو نجیب سہروردیؒ کے مرید تھے۔قطب ربانی کا زمانہ پایا۔آپ کی ملازمت کی برکت سے فوائد عظیم و بہرہ تمام حاصل کیا۔شیخ شہاب الدینؒ فرماتے ہیں کہ میں علم کلام میں مشغول تھا۔میں نے اس کی کئی کتابیں یاد کی تھیں۔ہمارے چچا اس سے منع کرتے تھے۔ایک روز وہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی

زیارت کو گئے میں ان کے ساتھ تھا۔ مجھ سے کہا کہ حاضر رہو کہ پیر مرد ولی آیا ہے۔ اس کا دل اللہ تعالیٰ سے خبر دیتا ہے۔ دیدار کی برکت کے منتظر رہو۔ جب میں بیٹھا تو شیخ ابو نجیبؒ نے کہا کہ یا سیدی میر ابر اور زادہ علم کلام میں مشغول رہتا ہے۔ ہر چند میں منع کرتا ہوں باز نہیں آتا ہے۔

(ا) منبع الانساب

اس کتاب میں مخطوطے کے قدیم املا کو جدید املا سے بدل دیا گیا ہے مثلاً 'اوس' کو 'اس' اور ''اوسکی'' کو ''اس کی'' لکھا گیا ہے اور مرکب الفاظ کو بھی توڑ کر جدید املا سے بدل دیا گیا ہے۔ مثلاً ''حسنعلی'' کو ''حسن علی'' وغیرہ اور مناسب پیراگراف اور اوقاف ورموز بھی مرتب نے قائم کئے ہیں۔ یائے معروف و مجہول کے استعمال کو جدید املا سے بدل دیا گیا ہے اور دو چشمی ''ھ'' کے استعمال کو بھی جدید طرز پر کیا گیا ہے مثلاً تہا کو تھا سے بدل دیا گیا ہے تاکہ قارئین کو مطالعہ میں سہولت ہو۔

اس کتاب کے مسودے میں تکمیل کتاب کی تاریخ ۲۲ر جمادی الاول ۱۳۱۰ھ درج ہے لیکن داخلی شواہد سے اندازہ ہوتا ہے کہ متذکرہ تاریخ کے بعد بھی مختار صاحب اس میں اضافے کرتے رہے ہیں۔ مثلاً حضرت شاہ علی امیر الحقؒ کے ذکر میں مولوی غلام غوثؒ کی تاریخِ وفات ۷ رر مضان ۱۳۱۰ھ تحریر کی ہے۔ حضرت شاہ رشید الحقؒ کے ذکر میں تحریر کیا ہے کہ ۱۳۳۰ھ کے شوال میں آپ کا ارادہ دوبارہ حج و زیارت سے مشرف ہونے کا ہوا۔ آپ ہی کے ذکر میں آگے تحریر فرماتے ہیں کہ محرم ۱۳۳۱ھ کو جہاز پر سوار ہو کر حجاز روانہ ہو گئے۔ حضرت غلام نقشبند محمد سجاد قلندرؒ کے بیان میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کا پورا تذکرہ ماہ صفر ۱۳۳۲ھ کے رسالہ معارف میں بالتفصیل درج ہے۔

مختار صاحبؒ نے سالہا سال کی محنت کے بعد یہ تذکرہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء میں مکمل کیا اور کم از کم بائیس سال بعد تک اس میں مزید ترمیم کرتے رہے ہونگے۔ مختار صاحبؒ کے صاحب زادے مولوی محمد ولی اللہؒ، راقم کے والد نے اس مخطوطے کی حفاظت کی اور میرے سپرد کیا۔ ستر کی دہائی میں میں نے اس کو صاف کرنے کے لئے کچھ کام کیا تھا پھر یہ کام ملتوی ہو گیا۔ اب ۱۹۹۸ء سے میں نے دوبارہ کام شروع کیا اور اب ۱۹۹۹ء کے آخر میں ختم کیا۔ اس طرح اس تذکرے میں تین پشتوں کی کاوشیں شامل ہیں۔

اس کتاب میں حضرت شاہ رشید الحقؒ کے حالات کم تھے۔ آپ کی وفات کا تذکرہ بھی نہ تھا اس لئے میں نے تذکرۃ الصالحین سے بھی کچھ حالات نقل کئے ہیں۔ اس طرح شاہ حبیب الحقؒ کے حالات تذکرۃ الصالحین سے لئے گئے۔ کچھ استفادہ شاہ متین الحق عمادی کی کتاب "نقوش صبیح" سے بھی کیا گیا ہے۔

اس کتاب کا مسودہ بہت ہی خستہ اور خراب حالت میں ملا تھا۔ کاغذ بہت ہی معمولی اور اکثر ایک صفحے کی تحریر دوسرے صفحے پر اس طرح ابھر آئی ہے کہ پڑھنا بہت مشکل ہو گیا تھا۔ اکثر محدب شیشے کا استعمال کرنا پڑا۔ پھر بھی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ تحریر صحیح حالت میں رہے۔ اس پر بھی ممکن ہے کہ کسی نام یا لفظ کو پڑھنے میں غلطی ہو گئی ہو تو معذرت خواہ ہوں۔

ایک دو جگہ طویل خطوط اور خواب حذف کر دیئے گئے ہیں اس کے علاوہ اسمائے پیران سلاسل اور نقل اجازت نامہ خلافت وغیرہ حضرت شاہ مجیب اللہؒ کے بیان میں فارسی میں تھے، کہیں کہیں حذف کر دیئے گئے کیونکہ یہ کام ہونا مشکل تھا اور

میں نے سوچا کہ نوے فیصد کام منظر عام پر آجائے وہ اس سے اچھا ہے کہ جو مشکل پیش آ رہی ہے اس کی وجہ سے کل کتاب کی اشاعت ہی التوا میں پڑ جائے۔ حضرت عماد الدین قلندر بادشاہؒ قدس سرہ کے بیان میں مختلف سلاسل کے پیران کے نام لکھتے ہوئے خلاصہ لکھ دیا ہے کوشش یہی کی گئی ہے کہ عبارت کا مفہوم ادا ہو جائے۔

اس کتاب کی طباعت و اشاعت میں ڈاکٹر محمد محسن صاحب اور جاوید وارثی صاحب نے جو خود بھی کئی کتابوں کے مصنف ہیں اور ادب کا اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں، بڑی مدد کی اور ہمت افزائی فرمائی جس کی وجہ سے یہ کتاب طبع ہو سکی۔ ان کے علاوہ شاعر اور ادیب عم محترم حافظ سید شاہ وسیم الحق صاحب عمادی مجیبی مدظلہٗ اور مخدوم منور عارفی سلطان صاحب نے بھی مفید مشوروں سے نوازا۔ میں ان سب حضرات کا شکر گزار ہوں۔

اس کتاب کی اشاعت کے وقت ڈاکٹر محمد ایوب قادری مرحوم بہت یاد آئے۔ وہ اگر حیات ہوتے تو اس کتاب کی اشاعت پر بہت خوش ہوتے اور اس کی ترتیب میں بہت مدد فرماتے اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے آمین۔

میں محترم ڈاکٹر اسلم فرخی صاحب مدظلہٗ کا تہ دل سے مشکور ہوں کہ انہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود اس کتاب کا مطالعہ فرمایا اور کتاب کے لئے اپنی گراں قدر تحریر سے نوازا۔

خاکپائے اولیاء

نعمت اللہ

۲۴ر رمضان ۱۴۲۰ھ

۲ر جنوری ۲۰۰۰ء

دیباچہ

الحمد للہ علی نعمائہ و صلوۃ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ اجمعین و رحمتہ اللہ علی اولیاء مقربین و عباد اللہ الصالحین امابعد بندہ محمد حسیب اللہ ابن محمد امین اللہ لودی کٹروی عظیم آبادی متوطناً حنفی مذہباً قادری العمادی طریقتاً' نے دیکھا کہ ہمارے اکثر پیر بھائی یہ نہیں جانتے ہیں کہ ہمارے پیران طریقت کے کیا نام تھے اور جنہوں نے بذریعہ شجرہ جانا بھی تو یہ نہیں جانتے کہ یہ لوگ کیسے تھے اور کہاں تھے اور کوئی کتاب بھی ایسی نظر سے نہ گزری جس میں کل بزرگان شجرہ قادریہ عمادیہ کا احوال ہو اور جب تک کہ کوئی شخص کسی کے اوصاف حمیدہ سے واقف نہیں ہوتا ہے اس کی محبت پیدا نہیں ہوتی ہے۔ اگر پیغمبروں کے حالات کتابوں میں دیکھے نہیں جاتے تو ہرگز ان لوگوں کی بزرگی ہم لوگوں پر تمام نہیں ہوتی اور نہ محبت ہوتی۔ اس طرح سے اور بزرگوں کا بھی احوال ہے جن کے اوپر ہم لوگ جان دیتے ہیں جیسے آئمہ مجتہدین و خلفاء راشدین و شہدائے کربلا کہ جن کے احوال پڑھنے سے ان پر جان فدا کرنے کو جی چاہتا ہے۔

ہم لوگوں پر واجب ہے کہ اپنے پیران سلاسل سے محبت رکھیں اور ان کے قدم بہ قدم چلیں۔ بغیر محبت کے کوئی بات حاصل نہیں ہوتی۔ ایک حدیث میں ہے

المرء مع من احب یعنی جو جس کو چاہے گا وہ اس کے ساتھ رہے گا اس حدیث کے مطابق اگر ہم لوگ اپنے پیران کے ساتھ محبت رکھیں گے تو ان ہی کے ساتھ رہیں گے۔اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ ہم لوگوں کا حشر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگا۔ کیونکہ اولیاء اللہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تھی اور وجہ یہ ہے کہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی پیران سلاسل میں داخل ہیں۔بلکہ اصل بیعت تو بواسطہ ان بزرگان دین کے آپؐ ہی کے ہاتھ پر ہوتی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی محبت خدا کے واسطے ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کی محبت اس سلسلے سے پیدا کرے کہ پہلے پیر کی محبت میں خود کو فنا کرڈالے۔ یہاں تک کہ پیر کے مرتبہ کو پہنچ جائے اور جب اس منزل کو طے کرے تو فنافی الرسول کے مقام میں قدم رکھے۔جب اس میں کمال حاصل ہو جائے گا تو فنافی اللہ کا درجہ حاصل ہوگا۔اصل مقصود بھی یہی ہے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ فنافی الشیخ یا فنافی الرسول کے درجہ میں خدا کی محبت نہیں رہتی ہے یا نہیں رکھنا چاہئے بلکہ یہ سب مشغلہ خدا ہی کی محبت کے لئے کیا جاتا ہے۔چاہئے کہ جس قدر سالک درجہ کمال کو پہنچے محبوب کی محبت زیادہ ہو کیونکہ اصل وہی مطلوب ہے ۔

وعدہ وصل چوں شود نزدیک
آتش عشق تیز تر گردد

یکایک خدا تک پہنچ جانا بہت دشوار ہے۔ مکتوب احمد بن یحیٰی منیریؒ میں لکھا ہے کہ مرید شیخ پرست خدا تک پہنچتا ہے۔ من یطیع الرسول فقد اطاع اللہ۔اس وجہ سے

یہ کار اہم میں نے اپنے ذمہ لیا اگرچہ ہماری لیاقت سے دور تھا بفضل خداوند کریم وبہ توجہ بزرگان دین چند کتب معتبرہ جیسے اخبار الاخیار مراۃ الاسرار، منبع الانساب، سفینۃ الاولیاء، خزینۃ الاصفیاء، تاریخ ابو القدر، اصول المقصود، تذکرۃ الکرام، ملفوظات مولانا نور الحقؒ، انصاح عن ذکر اہل الصلاح، تاریخ قادریہ، سلطان الاذکارْ فی مناقب غوث الابرار سے احوال بزرگان قادریہ عمادیہ کا اور چند مسائل متفرقہ از قول الجمیل و مشکواۃ شریف، بخاری شریف، حصن حصین، جوہر الایقان فی حفظ الایمان، مقالہ کاملہ اصباح الحق، حزر الابرار فی زیارۃ الآثار، مجموعہ تصوف، فقر نامہ، مدارج النبوۃ و ملفوظات مخدوم جہانیاں استنباط کرکے اس کتاب کا نام وسیلہ نجات(۱) رکھ کر دو باب...... فصل پر اختتام کیا۔ خدا اس رسالے کو مقبول ہر خاص وعام بنائے۔

قارئین باتمکین اور شائقین معدلت آئین کی عنایت بے غایت سے امید ہے کہ جس وقت اس رسالہ کا مطالہ فرمائیں تو اس عاجز مسکین سراپا حزیں کو بہ دعائے خیر سے یاد و شاد فرمائیں۔

---

(۱) اس کتاب کا پہلا باب انوارالاولیاء کے نام سے شائع ہو رہا ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ بارہویں تاریخ ربیع الاول کو اس سال جس میں اصحاب فیل نے کعبہ پر حملہ کیا تھا پیدا ہوئے۔ اصحاب فیل نصف ماہ محرم گزرنے کے بعد ۴۲ سنہ نوشیروانی میں آئے تھے۔ دارا پر غلبہ سکندر کو آٹھ سو اکیاسی برس گزر چکے تھے۔ ابتدا سلطنت بخت نصر کو ایک ہزار تین سو سولہ برس ہو چکے تھے۔ حافظ ابی بکر احمد البیہقی الشافعی کی تصنیف دلائل النبوت میں لکھا ہے کہ آپ کی ولادت کے ساتویں روز آپ کے جد بزرگوار نے ایک ذبیحہ کر کے تمام قریش کی دعوت کی۔ جب سب قریش جمع ہو چکے اس وقت کہنے لگے کہ اے عبدالمطلب جس لڑکے کی خاطر تم نے ہماری ضیافت کی ہے اس کا کیا نام ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اس لڑکے کا نام محمدؐ رکھا ہے۔ قریش بولے کہ اپنے کنبے کے ناموں پر نام نہ رکھا۔ عبدالمطلب نے جواب دیا کہ لفظ محمدؐ کے معنی ہیں سراہا گیا۔ اس لئے میں نے یہ نام رکھا کہ خدا آسمان پر اور بندے زمین پر اس کی تعریف کریں اور ہر ایک کی زبان سے محمدؐ نکلے۔

حضرت محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات دوشنبہ بارہویں ربیع الاول ۱۱ھ کو بوقت ڈیڑھ پہر دن چڑھے ہوئی۔ اس روایت کے موافق معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ جس روز پیدا ہوئے اس روز وفات پائی۔ آپ کی عمر میں اختلاف ہے۔ مشہور یوں ہے کہ آپؐ کی عمر تریسٹھ برس کی ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ پینسٹھ برس کی تھی۔ بعض ساٹھ برس کی عمر بیان کرتے ہیں۔ مگر روایت صحیح یوں ہے کہ ولادت باسعادت بروز دوشنبہ ۹ ربیع الاول ۱ سنہ عام الفیل مکانی، ۲۲ اپریل

اے۵ء کو ہوئی۔ طبری اور ابن خلدون نے ۱۲/ ابو الفدا نے ۱۰/ ربیع الاول لکھی ہے۔ دو شنبہ پر سب کو اتفاق ہے مگر دو شنبہ ۹/ کو تھا (۲) بعثت نبوتؐ دو شنبہ ۹/ ربیع الاول ۴۱ میلاد نبوی مطابق ۱۲/ فروری ۶۱۰ء زاد المعاد میں ۸/ ربیع الاول لکھی ہے مگر دو شنبہ کو ۹/ تھی اس لئے ۹/ صحیح ہے (۳) معراج دو شنبہ ۲۷/ رجب ۱ نبوی (۴) ہجرت پنج شنبہ ۲۷/ صفر ۱۳ نبوی مطابق ۱۳ ستمبر ۶۲۲ء (۵) غار ثور سے روانگی۔ دو شنبہ یکم ربیع الاول ۱۳ نبوی مطابق ۱۶ ستمبر ۶۲۲ء (۶) داخلہ قبا دو شنبہ ۸/ ربیع الاول مطابق ۲۳ ستمبر ۶۲۲ء (۷) داخلہ مدینہ جمعہ ۱۲/ ربیع الاول مطابق ۲۷/ ستمبر ۶۲۲ء (۸) قبا اور مدینہ کے درمیان پہلا جمعہ بنی سالم میں پڑھا گیا (۹) حج جمعہ ۹/ ذی الحجہ ۱۰ھ (۱۰) وفات شریف دو شنبہ ۱۲/ ربیع الاول ۱۱ھ مطابق ۱۱/ جون ۶۳۱ء بوقت چاشت بعمر تریسٹھ سال ۴ دن قمری (۱۱) تدفین شب چہار شنبہ ۱۳ کی شام قریباً بتیس گھنٹے بعد وفات (۱۲) بنائے مسجد نبوی ۱ھ (۱۳) ملاقات انصار و مہاجرین ۱ھ (۱۴) تحویل قبلہ ۲ھ (۱۵) فرضیت زکواۃ ۳ھ (۱۶) فرضیت روزہ رمضان ۲ھ (۱۷) صلح حدیبیہ ۶ھ (۱۸) فرضیت حج ۹ھ (۱۹) جنگ بدر ۱۷/ رمضان ۲ھ (۲۰) جنگ احد ۷/ شوال ۳ھ (۲۱) جنگ خندق ۵/ شوال ۵ھ (۲۲) جنگ خیبر ۲۱/ ربیع الآخر ۶ھ (۲۱) فتح مکہ ۲۰/ رمضان ۸ھ (۲۴) جنگ حنین شوال ۸ھ (۲۵) جنگ تبوک ۴/ رجب ۹ھ۔

حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہ

(۱) آپ کی کنیت ابو الحسن و ابو تراب ہے اور لقب مرتضٰی و اسد اللہ و حیدر و صفدر کرّار ہے۔ آپ کا نام علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہے۔ اور نام والدہ کا آپ کی فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہے آپ کی ولادت ۱۳ رجب واقعہ فیل سے تیس برس بعد مکہ معظّمہ میں اپنے مکان میں اور بقول بعض خانہ کعبہ میں ہوئی۔ سب سے پہلے لڑکپن میں آپ نے ایمان قبول کیا۔ ۳۵ھ یا ۳۶ھ میں مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے اور پانچ برس تین مہینہ اور بقول دیگر چار برس نو مہینہ آپ کی خلافت رہی۔ آپ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ چہارم ہیں۔ اور ائمہ اثناء عشر میں امام اول ہیں۔ آپ سے سلسلہ فقر کا ہفت اقلیم میں جاری ہوا۔ حضرت جعفر صادقؓ نے ایک روایت اپنے رسالے میں لکھی ہے کہ ایک روز حضرت جبرئیل علیہ السلام جناب سرور کائنات ﷺ کے حضور میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے تحفہ درود و سلام کا بھیجا ہے اور آپ کی امت کے لئے خرقہ فقر کا مرحمت فرمایا ہے۔ آپ جس کو چاہیں عطا فرمائیں۔ پیغمبر خدا ﷺ بہت خوش ہوئے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ یا صدیق اگر یہ خرقہ آپ کو دیں تو کیا کام کریں گے جواب دیا کہ اللہ تعالی نے مجھ کو صداقت دی ہے صدق کروں گا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ خطاب کی طرف متوجہ ہوئے کہ یا عمر اگر یہ خرقہ آپ کو دیں تو کیا کریں گے انہوں نے جواب دیا کہ یا حضرت ﷺ خداوند کریم نے مجھ کو عادل کیا ہے عدل کروں گا۔ پھر آنحضرت ﷺ حضرت عثمان غنیؓ کی طرف متوجہ

---

(۱) خزینۃ الاصفیاء

ہوئے کہ یا عثمان غنی اگر یہ خرقہ تم کو عطا کروں تو کیا کام کرو گے۔ جواب دیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مال و گنج مجھ کو عطا کیا ہے وہ راہ خدا میں صرف کروں گا۔ پھر جناب حبیب کبریا جناب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہ کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ یا علی اگر یہ خرقہ تم کو دیں تو کیا کام کرو گے۔ آپ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ ﷺ پردہ پوشی بندگان خدا کی کروں گا۔ الغرض آنحضرت ﷺ نے خرقہ فقر حضرت علی کرم اللہ وجہ کو مرحمت فرمایا۔ اسی طرح معاون المعانی میں مخدوم الملک ؒ نے لکھا ہے۔ مگر اس میں یہ ہے کہ خرقہ شب معراج میں حضرت رسول اللہ ﷺ کو عنایت ہوا تھا۔ اسی طرح فوائد الفواد و ملفوظات حضرت نظام الدین اولیاءؒ سے بھی ثابت ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ جس قدر فضائل امیر المومنین علی کرم اللہ وجہ کے مجھ تک پہنچے ہیں اس قدر دوسرے صحابہ کرام کے نہیں پہنچے۔ جنگ خیبر میں ایک روز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کل علم ہم دیں گے ایسے مرد کو کہ بار بار لڑنے والا ہے۔ ہرگز بھاگنے والا نہیں ہے۔ وہ خدا اور رسول ﷺ کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسول ﷺ اسے دوست رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس خیبر کو اس کے ہاتھوں پر فتح کرے گا۔ حضرت رسول اللہ ﷺ کا یہ سخن سن کر بعض اصحاب کو اس فضیلت کی تازہ آرزو پیدا ہوئی لیکن چونکہ مقدر نہ تھا میسر نہ ہوئی۔ آخر جب صبح ہوئی تو پیغمبر ﷺ نے علی مرتضیٰ حیدر کرار کو طلب فرمایا۔ ان کی آنکھیں کمال جوش پر تھیں اور بے اختیار دکھتی تھیں۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے اپنے دہن مبارک کا لعاب لگا دیا فوراً اچھی ہو گئیں اور تمام عمر پھر کبھی تکلیف نہ ہوئی اور آپؐ نے دعا کی کہ یا الٰہی علی سے گرمی اور سردی کو دفع کر۔ ساری عمر حضرت علیؓ کو نہ کبھی گرمی معلوم ہوئی نہ سردی۔ روایت

صحیحہ (۱) سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شاہ ولایت کی خاطر دوبار ردشمس فرمایا۔
ایک بہ عہد جناب رسالت مآب ﷺ کہ حضرتؐ کا سر مبارک علیؓ کے زانو پر تھا۔ یکایک وحی نازل ہوئی اور اتنا توقف ہوا کہ حضرت علیؓ کی نماز قضا ہو گئی۔ فراغ وحی کے بعد حضرت رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ نماز عصر پڑھی؟ عرض کیا کہ اشارے سے ادا کی۔ سر مبارک آپ کا زانو سے اٹھائیں یہ گوارہ نہ کیا۔ یہ سنتے ہی حضرت ﷺ نے جناب باری تعالیٰ میں دعا کی کہ یاالٰہی علیؓ نے عصر کی نماز نہیں پڑھی ہے۔ آفتاب کو حکم ہوا کہ پھر ظاہر ہو۔ ہنوز دعا سے فراغت حاصل نہ ہوئی تھی کہ آفتاب ظاہر ہوا اور حضرت علی مرتضیٰؓ نے نماز ادا کی۔ اس وقت بوقت غروب آفتاب آواز آرے کی مانند آتی تھی۔ دوئم بعد وفات حضرت سرور کائنات ﷺ بابل جاتے ہوئے جب نہر فرات سے گزرے تو عصر کی نماز کا وقت تھا۔ سب لوگوں نے نماز ادا کی۔ چند احباب جانوروں اور سامان کو پار اتارنے میں رہ گئے۔ ان کی نماز قضا ہو گئی اور آفتاب غروب ہو گیا۔ اس وجہ سے حیران و پریشان جناب امیر المومنین کی خدمت میں آئے۔ حضرت امیر المومنین نے دست دعا بلند کیا اور رب العزت سے رد آفتاب کی التجا کی فی الحال آفتاب نکل آیا۔ سب اصحاب نے وقت پر نماز ادا کی۔ جب نماز سے فراغت ہوئی آفتاب غروب ہوا۔ اس وقت آفتاب سے آواز ہولناک سننے میں آئی۔ سب لوگ تسبیح و تہلیل میں مشغول ہو گئے۔

حجتہ الوداع میں آنحضرت ﷺ نے جناب امیر المومنین کی شان میں فرمایا جس کے ہم مولا ہیں اس کے علیؓ بھی مولا ہیں۔ الٰہی تو اسے دوست رکھ۔ جو علیؓ کو دوست رکھے اور تو دشمنی رکھ اس سے جو علیؓ سے دشمنی کرے اور تو خوار کرے اسے جو

---

(۱) خزینۃ الاصفیاء

علیؓ کی خواری چاہے اور یاری کر اس کی جو علیؓ کی یاری کرے اور راستی کو علیؓ کے ساتھ پھرا جدھر علیؓ ہوں۔۔ اور ایک جگہ ارشاد ہوا میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں۔ یہاں علم سے علم معرفت مراد ہے۔ معرفت الٰہی اور علم طریقت جناب امیر المومنین کو سکھایا گیا۔ آپ ہی سے تمام اولیاء فیض یاب ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر خاندان کا سلسلہ آپ تک پہنچتا ہے۔

آپؓ کی شہادت ۲۱ر رمضان المبارک سنہ ۴۰ھ کو ابن ملجم شقی کے زخم سے ہوئی۔ عمر شریف آپؓ کی تریسٹھ یا پینسٹھ برس کی ہوئی۔ کرامات و خصائل حد سے زیادہ ہیں۔ آپؓ نے سترہ صاحبوں کو تلقین کی اور بیعت طریقت کی لی۔ مزار شریف نجف اشرف میں ہے۔

حضرت امام حسینؓ

(۱) کنیت آپؓ کی ابی عبداللہ و ابوالائمہ۔ لقب شہید و سید و سید الشہداء ہے آپؓ ائمہ اثنا عشری کے امام سوم ہیں۔ آپؓ کی ولادت بروز سہ شنبہ چہارم ماہ شعبان ۳ھ یا ۴ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ شاہ رسالت ﷺ نے آپؓ کا نام حسینؓ رکھا۔ جمال آپؓ کا ایسا تھا کہ تاریکی میں بیٹھتے تھے تو نور جبیں مبارک چمکتی تھی۔ آپؓ سینے سے پیر تک رسول خدا ﷺ کے مشابہ تھے۔ حضرت شاہ نبوتؐ اکثر فرماتے تھے کہ حسینؓ مجھ سے ہے اور ہم حسینؓ سے۔ اے خدا جس نے حسینؓ کو دوست رکھا اس کو تو دوست رکھ۔ اور جو حسینؓ کا دشمن ہوا اس کو خوار کر۔

ایک روز رسول اللہ ﷺ حسینؓ کو داہنی ران پر اور ابراہیمؑ اپنے فرزند کو

---

(۱) خزینۃ الاصفیاء

بائیں ران پر بٹھائے ہوئے تھے۔ اسی اثناء میں حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے اور فرمایا کہ حق تعالی فرماتا ہے کہ ان دونوں کو ہم ایک جگہ نہیں رہنے دیں گے۔ ان دونوں میں سے جس کو چاہے اختیار کرو۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے دل میں سوچا کہ اگر حسینؓ وفات پائیں گے تو ان کے فراق میں میری جان اور علیؓ اور فاطمہؓ کی جان پر بنے گی۔ اگر ابراہیم نہیں رہے تو درد فراق میں صرف میری جان رہے گی۔ میں نے درد و الم اپنا اختیار کیا۔ مجھ میں یہ طاقت نہیں کہ علیؓ اور فاطمہؓ کو غمگین دیکھوں۔

تاریخ شہادت دسویں ماہ محرم ۶۰ھ ہے اور بقول صحیح ثابت ہے کہ بروز جمعہ بوقت ظہر دشت کربلا میں واقع ہوئی بعض کہتے ہیں کہ ۶۱ھ میں شہادت پائی۔ بہتر تن دوسرے بھی مع آپؓ کے برادران اور برادرزادگان و فرزندان و غلامان و معتقدان آپ کے ساتھ بھوکے پیاسے درجہ شہادت کو پہنچے۔

حضرت امام زین العابدینؓ

(۱) آپؓ امام چہارم اور صاحبزادہ و خلیفہ حضرت امام حسینؓ کے ہیں۔ آپؓ کی کنیت ابو محمد و ابو الحسن و ابو بکر اور لقب سجاد و زین العباد ہے۔ آپؓ کی ولادت مدینہ منورہ میں ۳۸ھ بقول بعض مورخین ۳۶ھ میں ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ بی بی شہر بانو دختر یزدجرد بادشاہ ایران کی ہیں۔

(۲) امام علی بن حسین ایک روز بوقت شب تہجد پڑھ رہے تھے کہ ابلیس لعین بصورت اژدہا آپ کے سامنے آیا تاکہ آپ کو نماز سے باز رکھے۔ آپ نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ اژدہے نے آپ کے پیر کو کاٹا لیکن حضرت امامؓ شدید درد کے باوجود نماز

---

(۱) خزینۃ الاصفیاء (۲) شواہد النبوت

سے باز نہ آئے۔ اس وقت حق تعالیٰ نے ان پر منکشف کیا کہ یہ شیطان لعین ہے۔ ایک طمانچہ اس کے منہ پر مارا اور لاحول پڑھا۔ اژدہا دھواں ہو کر غائب ہو گیا اور آواز غیب سے آئی کہ یازین العابدین اس روز سے آپ کا لقب زین العابدینؒ ہو گیا۔

ایک روز وضو کر کے نماز کے لئے تیار ہوئے کہ آپؒ کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا اور بدن پر لرزہ طاری ہو گیا۔ آپؒ کے اصحاب نے اس کی وجہ معلوم کی۔ فرمایا کہ جب حاکم مجازی کے پاس جانے میں خوف اور رعب معلوم ہوتا ہے تو جو شخص کہ نماز میں حاکم حقیقی کے سامنے کھڑا ہو وہ کیوں نہ خوف کھائے۔

ایک روز حضرت زین العابدینؒ اپنے مکان میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اتفاق سے اس مکان میں آگ لگ گئی۔ ہر چند حاضرین مجلس پکارتے رہے کہ یاابن رسول اللہ النار، النار آپؒ نے سر سجدے سے نہیں اٹھایا اور طاعت میں مشغول رہے۔ جب آگ دبی اور آپؒ نماز سے فارغ ہوئے احباب واصحاب نے پوچھا کہ کیا فائدہ اس آگ کے نہ بجھانے میں ہوا فرمایا کہ میں آتش دوزخ سے ڈرا۔

آپؒ کی وفات ۱۸ ر محرم ۹۴ھ یا ۹۵ھ میں ہوئی۔ دشمنان اہل بیت نے آپؒ کو کھانے میں زہر دیا۔ اس صدمہ سے آپ نے شربت شہادت چکھا۔ آپؒ کا مزار پر انوار جنت البقیعہ میں ہے۔

حضرت امام محمد باقرؒ

(۱) آپؒ ائمہ اثنا عشر میں امام پنجم ہیں۔ آپ کی کنیت ابو جعفر و لقب باقرؒ اور نام محمد ہے۔ آپؒ حضرت امام زین العابدینؒ کے صاحبزادہ و خلیفہ طریقت ہیں۔ آپؒ کی

---

(۱) خزینۃ الاصفیاء

والدہ فاطمہ بنت حسن بن علی ہیں۔مدینہ منورہ میں بروز جمعہ ۳/ صفر ۵۷ھ اور بقول دیگر ۵۸ھ میں ولادت ہوئی۔

(۱) ایک روز امام محمد باقرؒ، حضرت جابر بن عبداللہؓ کے پاس تشریف لے گئے اس وقت ان کی آنکھوں میں روشنی باقی نہیں تھی۔ آپؒ نے جاکر سلام کیا۔انہوں نے جواب دیا اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ آپؒ نے فرمایا کہ محمد بن علی بن حسین بن علی۔انہوں نے کہا کہ اے فرزند نزدیک آؤ۔آپ تشریف لے گئے۔انہوں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیا اور قصد کیا کہ پیر کا بھی بوسہ لیں آپ نے روک دیا۔اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ ایک روز میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا مجھ کو آپؐ نے فرمایا اے جابر شاید تم زندہ رہو اس وقت تک کہ میرے ایک فرزند سے ملاقات ہو اس کو محمد بن علی بن حسین کہتے ہیں۔خداوند کریم اس کو نور حکمت دے گا۔اس کو میرا سلام پہنچا دینا۔

ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہا ماحق المومنین علی اللہ۔مومن کا اللہ تعالی پر کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی پر مومن کا حق یہ ہے کہ اگر خرمہ کے اس درخت کو جو میرے سامنے ہے کہیں کہ چلا آ اور درخت آنے میں توقف نہ کرے۔فوراً خرمے کا درخت حرکت میں آیا۔آپ نے فرمایا اے درخت یہ بات تمثیلاً کہی گئی تھی تجھ کو آنے کو نہیں کہا گیا تھا تو اپنی جگہ پر رہ۔جس طرح آپ علم باطن میں صاحب کمال تھے اسی طرح علم ظاہر میں بھی بڑے عالم تھے۔آپ فقیہ مدینہ مشہور ہیں۔آپ سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں۔

آپ کی وفات بروز دوشنبہ ۷/ ذی الحجہ ۱۱۲ھ اور بقول ۱۱۴ھ میں ہوئی۔آپ نے ستاون برس کی عمر پائی اور جنت البقیعہ میں مدفون ہوئے۔

---

(۱) شواہد النبوت

حضرت امام جعفر صادقؓ

آپ کی کنیت ابو عبداللہ ابو اسمعیل اور لقب صادقؒ ہے۔ نام جعفرؒ ہے۔ آپ چھٹے امام ہیں۔ آپ امام باقرؒ کے صاحبزادہ و خلیفہ ہیں۔ آپ کی والدہ ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق تھیں اور مادر ام فروہ اسماء بنت عبدالرحمٰنؒ بن صدیق اکبرؓ تھیں۔ آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں بروز دو شنبہ ۷ ار ربیع الاول ۸۰ھ کو ہوئی نسبت خرقہ حضرت کو دو جانب سے ہے۔ ایک امام محمد باقر تا امیر المومنین علی کرم اللہ وجہ سے پہنچتا ہے۔ دوسرا اپنے نانا قاسم بن محمد بن ابو بکرؓ سے ان کو سلمان فارسیؓ سے اور ان کو صدیق اکبرؓ سے ملا۔

(۱)ابو نصیرؒ فرماتے ہیں کہ امام جعفر صادقؒ کے ساتھ مکہ کی طرف جاتا تھا۔ ناگاہ ایک عورت کو دیکھا کہ اس کے پاس مردہ گائے پڑی تھی اور رو رہی تھی اور کہتی تھی کہ ہم اور ہمارے بچے اس کے دودھ کے ذریعہ گزر اوقات کرتے تھے۔ آج وہ مر گئی اب میں حیران ہوں کہ کیا کروں۔ حضرت امام اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تو چاہتی ہے کہ یہ گائے زندہ ہو جائے۔ وہ بڑھیا بولی کہ اے نیک بخت مجھ بڑھی سے کیوں تمسخر کرتا ہے میں خود مصیبت میں گرفتار ہوں۔ آپ نے فرمایا واللہ میں تمسخر نہیں کرتا ہوں اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ گائے نے پہلے ہاتھ پیر پٹکا اور کھڑی ہو گئی۔ وہ بڑھیا خوش ہوئی اور دوگانہ شکر کا ادا کیا۔

دوسرا واقعہ ابو نصیرؒ سے یوں مروی ہے کہ ایک روز میں امام جعفر صادقؒ کے ہمراہ حج کو چلا۔ راہ میں ایک خشک درخت خرمے کا ملا۔ جب وقت چاشت کا ہوا آپ خشک درخت کو مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ اے درخت ہمارے لئے کھانا لا۔ درخت

---

(۱) خزینۃ الاصفیاء

خرمہ فوراً سر سبز ہوا اور خوشہ ہائے تازہ لگ کر امام کی طرف جھک گئے۔ حضرت امام نے مجھ کو پکارا کہ ادھر آؤ اور بسم اللہ کہہ کر کھاؤ۔ میں نے کھایا۔ نہایت شیریں اور خوش ذائقہ تھا۔ ایسا کہ میں نے عمر بھر نہیں کھایا تھا۔ دوسرا شخص وہاں موجود تھا۔ اس نے کہا تمہارا سحر پر تاثیر ہے۔ آپؓ نے فرمایا کہ سحر نہیں بلکہ دعائے مستجاب ہے۔ تو اگر چاہے تو اسی وقت ہم دعا کریں کہ صورت تیری مسخ ہو کر کتے کی سی ہو جائے۔ اس اعرابی نے کہا کہ دعا کرو۔ آپؓ نے دعا کی فوراً صورت سگ ہو گیا اور اپنے گھر کی طرف چلا۔ حضرت امام نے مجھے فرمایا کہ تم اس کے پیچھے جاؤ۔ بموجب حکم میں بھی گیا۔ اعرابی اپنے گھر گیا اور اپنی بیوی کے سامنے کھڑا ہو کر دم ہلانے لگا۔ اس نے لاٹھی اٹھائی اور اس کو گھر سے باہر کر دیا۔ پھر اس جگہ سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور خاک میں لوٹنے لگا۔ آنسو اس کی آنکھوں سے جاری تھے۔ آپ کو اس پر رحم آیا۔ دعا کی وہ پھر اصلی صورت پر آ گیا۔

آپ کی وفات مدینہ منورہ میں بروز دو شنبہ یا بروز جمعہ ۱۵/رجب ۱۴۹ھ و بقولے ۱۴۸ھ میں ہوئی۔ جنت البقیعہ میں دفن ہوئے۔

حضرت امام موسیٰ کاظمؒ

آپ کی کنیت ابو الحسن و ابو ابراہیم ہے۔ کاظم لقب اور موسیٰ نام ہے۔ آپ امام ہفتم ائمہ اثنا عشری سے ہیں۔ آپ امام جعفر صادقؓ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کو علم ظاہر اور خرقہ فقر اپنے پدر بزرگوار سے حاصل ہوا۔ آپ کی والدہ کا نام ام ولد حمیدہ بربریہ تھا۔ ولادت مکہ اور مدینہ کے درمیان ابواپر بروز یکشبہ ۷/صفر ۱۲۸ھ کو ہوئی

(۱) جب پہلی دفعہ خلیفہ بغداد مہدی بن منصور نے حضرت کو مدینے سے بغداد بلایا اور قید کیا خلیفہ مہدی نے رات کو امیر المومنین علیؑ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں۔ بس کیا قریب ہو تم لوگ اس کے کہ اگر صاحب حکومت ہو تو فساد کرو زمین میں اور قطع کرو قرابتیں اپنی۔ ربیع کہتا ہے کہ آدھی رات باقی تھی کہ مجھ کو خلیفہ نے بلوایا۔ جب میں اس کے پاس گیا سنا کہ اس آیت کو خوش آواز سے پڑھ رہا ہے اور کہا جا موسیٰ بن جعفر کو لے آ۔ چنانچہ میں لے آیا۔ اس نے معانقہ کیا اور بٹھایا اور آپ کے سامنے خواب کا احوال بیان کیا اور کہا کہ مجھ کو مطمئن کیجئے اس بات پر کہ آپ مجھ پر خروج نہ کریں گے۔ آپ نے فرمایا واللہ نہ کیا ہے نہ کروں گا۔ کہا کہ سچ کہتے ہو۔ پھر ربیع کو کہا کہ دس ہزار دینار موسیٰ کاظم بن جعفر کو دے اور ان کے سفر کا سامان کر کہ مدینہ کو روانہ ہوں۔ ربیع کہتا ہے کہ راتوں رات سامان کر کے امام کو مدینہ روانہ کیا پھر ہارون رشید کی خلافت تک امام مدینہ میں آرام سے رہے۔

دوسری دفعہ جب دشمنان دروغ گو نے ہارون رشید کے کان بھرے تو اس نے پھر آپ کو بغداد میں بلایا اور قید کیا۔ آخر کار اس قید خانے میں بروز جمعہ ۵ / رجب ۱۸۶ھ و بقول دیگر ۱۸۳ھ زہر دینے سے شہادت پائی۔ آپ بغداد میں مدفون ہوئے۔ عمر ۵۴ یا ۵۵ برس کی ہوئی۔

حضرت امام علی الرضاؑ

(۱) یہ امام ہشتم ہیں۔ آپ کی کنیت مثل اپنے پدر کے ابوالحسن ہے۔ لقب رضا ہے اور نام علیؑ ہے۔ آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں بروز پنج شنبہ گیارہویں ربیع الثانی

---

(۱) خزینۃ الاصفیاء

۱۵۳ھ بقول دیگر ۱۵۴ھ میں بعد وفات حضرت جعفر صادقؓ ہوئی۔ والدہ کے نام میں اختلاف ہے۔ چنانچہ تخمینہ و شماتتہ و بعض ام النبین و استقرا لکھتے ہیں۔ وہ بی بی حمیدہ کی کنیز تھیں۔

ایک رات سیدہ حمیدہ نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں اے حمیدہ اپنی کنیز تخمینہ کو اپنے بیٹے موسیٰ کو بخش دے۔ قریب ہے کہ اس سے ایک لڑکا پیدا ہو کہ بہترین اہل دنیا سے ہو۔ آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ جب میں حاملہ ہو گئی ہر گز کوئی گرانی حمل کی مجھ پر ظاہر نہ ہوئی۔

آپ کو خلیفہ مامون الرشید نے اپنا ولی عہد کیا۔ جس وقت سے آپ ولی عہد ہوئے پانی نہ برسا۔ اکثر مامون کے مصاحبوں نے جو خاندان اہل بیت کے دشمن تھے خلیفہ سے عرض کیا کہ جس روز سے علی بن موسیٰ کو آپ نے اپنا ولی عہد کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں پر بارش بند کر دی ہے۔ یہ امر اس کے شومی قدم کا ہے۔ یہ بات مامون کو بہت گراں معلوم ہوئی اور آپ سے کہا کہ دعا کیجئے تاکہ نزول باراں ہو۔ آپ نے اس کی عرض کو قبول کیا۔ بروز دو شنبہ بہ اجتماع کثیر ایک میدان میں گئے۔ جناب باری میں بارش کے لئے دعا کی۔ فوراً اس کا اثر ہوا اور بجلی چمکنے لگی۔ لوگوں نے کسی محفوظ جگہ پر جانا چاہا۔ حضرت امام نے فرمایا کہ اے لوگو اپنی جگہ سے نہ ہلو کیونکہ یہ ابر فلاں شہر کے واسطے ہے اس جگہ نہیں رہے گا۔ وہ ابر وہاں سے غائب ہو گیا۔ اس طرح دس ابر متواتر پیدا ہوئے اور چلے گئے۔ جب گیارہواں ابر آسمان پر پھیل گیا تب آپ نے فرمایا کہ اے لوگو یہ ابر اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے بھیجا ہے۔ شکر کرتے جاؤ اور اٹھتے جاؤ اور اپنے گھر بہت جلد جاؤ۔ کیونکہ یہ ابر نہ برسے گا جب تک تم لوگ اپنی آرام گاہ پر نہ پہنچ جاؤ۔ خود

حضرت منبر سے اٹھے اور اپنی قیامگاہ پر تشریف لے گئے۔جب سب لوگ اپنے گھر پہنچ گئے تو باران رحمت شروع ہوااور اس قدر برسا کہ کبھی نہ برسا تھا۔

ایک دن ایک شخص حاضر خدمت ہوااور عرض کیا کہ دعا کیجئے میری اہلیہ حاملہ ہے اللہ مجھے بیٹا عطا کرے۔آپ نے فرمایا تیری اہلیہ دو بچوں سے حاملہ ہے۔وہ شخص جب آپؒ سے رخصت ہوااور چند قدم آگے بڑھا اس کے دل میں آیا کہ ایک بچے کا نام محمد اور دوسرے کا علی رکھوں گا۔آپ نے بہ آواز بلند فرمایا کہ نہیں ایک کا علی دوسرے کا نام عمر یعنی ایک بیٹا دوسری بیٹی ہو گی۔

آپ کی وفات طوس میں ۹ر رمضان المبارک ۲۰۸ھ کو ہوئی اور یہی قول صحیح ہے۔

حضرت شیخ معروف کرخیؒ

آپ کی کنیت ابو محفوظ ہے۔والد کا نام فیروز وبقولے فیروزان تھا۔کہتے ہیں کہ معروف ابن علی الکرخیؒ ابتدا میں اپنے والدین کے دین ترسا(نصرانی) پر تھے۔آپ حضرت علی بن موسیٰ رضاؒ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔حضرت امام کو آپ سے بڑی محبت تھی۔آپ کی تربیت باطنی و ظاہری میں دل سے کوشاں تھے۔یہاں تک کہ آپ امام طریقت و مقتدائے حقیقت ہوئے اور دین و دنیا میں معروف کے نام سے مشہور و موصوف ہوئے۔آپ علوم ظاہری میں حضرت داؤد طائیؒ کے ساتھ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد تھے۔طریقت میں حضرت حبیب راعیؒ کے مرید تھے۔حضرت حبیب راعیؒ حضرت سلمان فارسیؓ کے مرید تھے۔آپ حضرت علی موسیٰ رضاؒ کے

خلیفہ طریقت تھے۔ آپ حنفی المذہب تھے۔

جب ماں نے آپ کو لڑکپن میں استاد کے پاس بھیجا اور استاد نے کہا کہو ثالث ثلاثۃ آپ نے کہا ھو اللہ احد۔ استاد یہ سن کر بہت خفا ہوا اور منہ پر ایک طمانچہ مارا۔ آپ بہت روئے اور مدتوں غائب رہے۔ آخر کار والدین کہنے لگے کہ کاش وہ آجائے اور جس دین پر ہو ہم لوگ بھی اس کے ساتھ موافقت کریں گے۔ آپ نے مادر پدر کی مفارقت گوارہ کر کے حضرت امام رضاؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ مدت کے بعد اپنے گھر آئے تو دروازہ پر پکارا۔ ماں نے پوچھا کون ہے آپ نے فرمایا معروف۔ کہا کس دین پر ہے آپ نے فرمایا محمد رسول اللہ ﷺ کے دین پر۔ ماں باپ نے بھی آپ کے ساتھ اتفاق کیا اور حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ کے پدر بزرگوار جب تک زندہ رہے حضرت امام کے دروازے کی دربانی کرتے تھے۔

ایک روز حضرت معروفؒ دجلہ کے نزدیک تشریف رکھتے تھے۔ اتفاقاً آپ کا وضو شکست ہو گیا فوراً تیمّم کیا اور وضو کے ارادے سے اٹھے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ دس قدم پر دریا ہے تیمّم کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ نے فرمایا کہ زندگی ناپائیدار کی امید ایک قدم تک بھی مجھ کو نہیں ہے۔ تیمّم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ دریا تک جانے سے قبل ہی اگر ملک الموت میری روح قبض کرلے تو بے وضو نہ مر جاؤں۔

جب زمانہ حضرت معروفؒ کی وفات کا نزدیک پہنچا تو ایک روز حضرت امام رضاؒ کے دروازے پر حاضر ہوئے اور چاہا کہ اندر جائیں۔ دربانوں نے جانے نہ دیا۔ جب آپ نے اسرار کیا تو نوبت زدو کوب کی پہنچی۔ جسم مبارک پر سخت چوٹ پہنچی اور آپ

کے پہلو کی ہڈی ٹوٹ گئی اسی صدمے سے وفات پائی۔

بوقت مرگ شیخ سرّی سقطیؒ سرہانے موجود تھے۔انہوں نے فرمایاکہ مجھ کو وصیت کیجئے۔آپ نے فرمایاکہ میرے مرنے کے بعد میرا پیراہن صدقہ کر دیناتاکہ اس دنیا سے ننگا جاؤں جیساکہ ماں کے پیٹ سے ننگا پیدا ہوا تھا۔آپ کی وفات ۲ر محرم الحرام بقول دیگر ۸ر محرم الحرام ۲۰۰ھ میں ہوئی۔(۱)

(۱) بعض حضرات ۲۰۶ھ لکھتے ہیں۔مزار مبارک بغداد شریف میں ہے اور محل اجابت دعا کا ہے۔جس حاجت کے لئے دعا کی جائے فوراً قبول ہوتی ہے۔

خواجہ سرّی سقطی

(۲) آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔حضرت معروف کرخی کے مرید ہیں۔آپ مقتدائے زمانہ و شیخ وقت وامام اہل طریقت ہیں۔بہت سے مشائخ عراق آپ کے مرید ہیں۔آپ تجارت کرتے تھے اور بازار میں دوکان پر تشریف رکھتے تھے۔اسی دوکان کے دروازے پر پردہ لٹکا کر بیشتر وقت نماز میں مصروف رہتے تھے۔حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ کوئی آدمی خواجہ سری سقطی کی طرح عبادت اور ریاضت میں کامل نہیں دیکھا۔

آپ کی ایک ہمشیرہ تھیں وہ ایک روز آپ کو دیکھنے آئیں تو کہاکہ تمہارے مکان میں کوڑا بہت جمع ہو گیاہے جھاڑو دے دوں۔آپ نے اجازت نہ دی۔ایک روز پھر آئیں تو دیکھاکہ ایک بوڑھی عورت جھاڑو دے رہی ہے۔کہاکہ اے بھائی مجھ کو جھاڑو دینے کی اجازت نہ دی۔اب ایک نامحرم عورت کو جھاڑو دینے کے لئے گھر میں

---

(۱) نفحات الانس وسفینۃ الاولیاء (۲) خزینۃ الاصفیاء

لائے ہو۔ آپ ہنسے اور فرمایا کہ اے بہن یہ بڑھیا دنیا ہے کہ یہ عشق میں میرے جلی جاتی ہے اور مجھ سے محروم تھی۔ اس نے حق تعالیٰ سے استدعا کی کہ کسی خدمت پر اس کو مقرر کر دیا جائے۔ خداوند کریم نے اس کو میرے یہاں جاروب کشی کا کام دیا ہے۔

حضرت سید الطایفہ جنیدؒ سے منقول ہے کہ جب شیخ سری سقطیؒ مرض موت میں مبتلا ہوئے تو میں عیادت کے لئے گیا۔ ایک پنکھا وہاں پر پڑا ہوا تھا۔ اس کو لے کر ان پر جھلنے لگا۔ آپ نے آنکھیں کھول دیں اور کہا اے جنید پنکھا ہاتھ سے رکھ دو کہ ہوا سے آگ تیز ہوتی ہے۔ میں نے کہا کہ مجھ کو وصیت کیجئے۔ فرمایا کہ خلق اللہ کی محبت میں مشغول مت ہو۔ اور یاد حق میں شاغل رہ۔ میں نے کہا کہ اگر یہ بات اس کے قبل فرماتے تو آپ سے بھی صحبت نہ رکھتا۔ آپ کی وفات ۳ رمضان المبارک بروز سہ شنبہ ۲۵۰ھ کو ہوئی اور مقبرہ عالیہ گورستان شونیریہ میں دفن ہوئے۔ شونیریہ بغداد میں واقع ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ

(۱) آپ کی کنیت ابو القاسم ولقب سید الطائفہ وطاؤس العلماء قواریری وزجاج وخزاز ہے۔ آپ بغداد میں پیدا ہوئے۔ آپ شیخ علی الاطلاق، منبع اسرار سلطان طریقت اور صاحب علم وگنجینہ علم وریاضت ہیں اور شب وروز مشاہدہ اور مجاہدہ میں مشغول رہتے تھے۔ تیس برس تک نماز عشاء پڑھ کر صبح تک ایک پیر پر کھڑے رہتے تھے اور اللہ اللہ کرتے۔ پھر اسی وضو سے نماز فجر ادا کرتے۔ آپ فرماتے ہیں کہ تیس برس تک زبان جنیدی سے اللہ تعالیٰ جنید کے ساتھ بات کرتا رہا۔ جنید اپنے میں نہ تھے۔

---

(۱) خزینۃ الاصفیاء

علی مخدوم ہجویریؒ کشف المحجوب میں لکھتے ہیں کہ ایک روز سری سقطیؒ سے پوچھا گیا کہ کیا کسی مرید کا درجہ پیر سے بلند ہو سکتا ہے؟ کہاں ہاں جنید کا درجہ مجھ سے بلند ہے۔ صاحب تذکرۃ الاولیاء فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ بیٹھے ہیں اور جنید بھی آپ کے روبرو حاضر ہیں۔ اتنے میں ایک شخص نے فتوی پیش کیا حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ فتوی جنید کو دو کہ وہ صحیح کرے گا۔ اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جب کہ حضور خود تشریف رکھتے ہیں تو فتوی دوسرے کو کیوں کر دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جیسا انبیاء کو اپنی تمام امتوں میں مباہات تھا اسی طرح مجھ کو جنید کے ساتھ مباہات ہے۔

حضرت جنیدؒ سماع نہیں سنتے تھے اور وجد نہیں کرتے تھے۔ ظاہر و باطن میں شریعت سے آراستہ تھے۔ ایک روز توحید کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک مرید نے نعرہ مارا۔ شیخ نے اس کو منع کیا اور فرمایا کہ دوسری بار نعرہ مارے گا تو سزا دی جائے گی۔ یہ کہا اور اسی گفتگو میں مشغول ہو گئے۔ اس شخص نے نعرہ زنی سے خود کو روکا یہاں تک کہ فوت ہو گیا۔ لوگوں نے اس کو اٹھانا چاہا تو دیکھا کہ بالکل خاک ہو گیا ہے۔

ایک روز ایک شخص مسجد میں آیا اور کہا کہ آپ کا وعظ شہر میں کام کرتا ہے یا جنگل میں بھی کچھ تاثیر بخشتا ہے۔ آپ نے حال پوچھا۔ اس نے عرض کیا کہ چند اشخاص فلاں مقام پر جنگل کے اندر راگ رنگ میں مصروف اور دور شراب میں سرمست ہیں۔ آپ اس وقت تنہا کھڑے ہو گئے اور منہ لپیٹ کر جنگل کی راہ لی۔ جب قریب پہنچے تو وہ لوگ بھاگنے لگے فرمایا کہ بھاگو نہیں۔ میں بھی تمہارا ہم مشرب ہوں اسی لئے آیا ہوں۔ وہ لوگ جمع ہو کر بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا وہ ہمارے لئے بھی لاؤ شہر میں تو پی

نہیں سکتا۔ آج تمہارا حال سن کر پوشیدہ طور پر یہاں آیا ہوں کہ یاران ہم مشرب میں
چل کر پیئیں گے۔ ان لوگوں نے کہا کہ حضرت ہم کو معلوم ہوتا تو ہمیشہ آپ کو پلایا
کرتے۔ افسوس کہ اس وقت کچھ بھی شراب باقی نہیں ہے۔ فرمائیں تو شہر سے منگا لی
جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ تم کو کوئی ایسی بات نہیں آتی کہ شراب خود بخود آجایا
کرے۔ وہ بولے کہ صاحب یہ کمال تو ہم میں نہیں ہے۔ فرمایا آؤ میں تم کو ایسی بات سکھا
دوں کہ شراب خود بخود آجائے۔ پھر شراب کا مزہ دیکھو۔ وہ سب مشتاق ہوئے کہ یہ
کمال تو ضرور بتا دیجئے۔ کہا کہ اچھا پہلے غسل کرو اور کپڑے بدل کر میرے پاس
آؤ۔ سب نے غسل کیا کپڑے دھوئے۔ پاک وصاف ہو کر آموجود ہوئے۔ فرمایا کہ دو
رکعت نماز پڑھو۔ جب وہ نماز میں مشغول ہوئے تو آپ نے دعا مانگی کہ یا خدا میرا تو اتنا
ہی اختیار تھا کہ حضور میں ان کو کھڑا کر دیا اب تجھ کو اختیار ہے۔ ہمت مرداں مدد
خدا۔ حضرت کی دعا قبول ہوئی اور وہ سب کامل ہو گئے۔

ایک دفعہ جنیدؒ مع اپنے رفقاء کے جہاد میں گئے جب جنگ شروع ہوئی تو آپ
نے دیکھا کہ گیارہ محافے لئے فرشتے کھڑے ہوئے ہیں اور حوریں ان کے گرد
ہیں۔ خیال آیا کہ ہم گیارہ کے گیارہ شہید ہوں گے۔ چنانچہ ایک رفیق شہید ہوا تو ایک
محافہ غائب ہو گیا۔ پھر تو یقین ہوا کہ ضرور میرے لئے بھی شہادت ہے۔ اسی طرح
دس ساتھی شہید ہو گئے۔ اب حضرت کی باری آئی ایک یہودی آکر مقابل ہوا۔ ان کو
پہچان کر بولا کہ حضرت آپ کہاں۔ طالب خدا کو لڑائی جھگڑے سے کیا سروکار۔ فرمایا
میاں تم دیکھتے نہیں کہ ایک محافہ لئے ہوئے فرشتے موجود ہیں۔ دس محافے تو میرے
رفیقوں کو لے کر غائب ہو گئے یہ ایک میرے لئے باقی ہے۔ اس نے کہا اگر یہ بات ہے تو

مجھے بھی ایمان کی تلقین فرمائیں۔ وہ مسلمان ہو کر اسی دم کفار سے لڑا اور شہید ہو کر اس آخری محاذ میں بہشت روانہ ہوا۔ حضرت کو الہام ہوا کہ جاؤ اپنا ہی کام سنبھالو۔ ناچار واپس آئے۔

کہتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ کے انیس خلیفہ ہوئے ہیں کہ ہر ایک ان میں بہتر و برتر تھا۔ منجملہ ان کے حضرت ابو بکر شبلیؒ ہیں۔

(۱) وفات حضرت جنیدؒ بروز شنبہ ۲۷/ رجب ۲۹۷ھ کو ہوئی (۲) بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ۳۰۲ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار پر انوار بغداد میں ہے۔ جب وفات کا وقت قریب پہنچا تو تسبیح کہتے تھے اور انگلی بند کرتے جاتے تھے۔ چار انگلیوں کو بند کر لیا اور بڑی انگلی کھڑی تھی کہ بسم اللہ پڑھا آنکھیں بند کر لیں اور جاں بحق تسلیم ہوئے۔ غسال بوقت غسل ہر چند چاہتے رہے کہ پانی آنکھوں میں پہنچادیں کہ ہاتف غیب نے آواز دی کہ ہمارے دوست کے دیدہ پر سے ہاتھ اٹھاؤ کہ ہمارے نام پر اس نے آنکھیں بند کی ہیں سوائے ہمارے دیدار کے آنکھیں نہ کھولے گا۔ پھر چاہا کہ انگلیوں کو کھول دیں۔ ندا آئی کہ جو انگلی ہمارے نام پر بند ہوئی ہے سوائے ہمارے حکم کے دوسرے کے کہنے سے نہیں کھلے گی۔ جب جنازہ اٹھا ایک سفید کبوتر آیا اور جنازہ پر بیٹھ گیا۔ ہر چند اڑایا گیا مگر نہ اڑا۔ وہ کبوتر دفن کے وقت تک جنازہ پر تھا پھر غائب ہو گیا۔

حضرت شیخ ابو بکر شبلیؒ

(۳) آپ کی کنیت ابو بکر ہے۔ نام جعفر بن یونس اور بعض کا قول ہے کہ دلف بن محمد اور لقب شبلی ہے۔

---

(۱) نفحات الانس (۲) مخبر الواصلین (۳) سفینۃ الاولیاء

ایک روز حضرت شبلیؒ حضرت جنید بغدادیؒ کے ہمراہ بادشاہ کے دربار میں گئے تھے۔بادشاہ نے کسی مسئلہ پر حضرت جنیدؒ سے سخت کلامی کی۔چونکہ حضرت شبلیؒ جوان تھے اور فقیروں کا جوش تھا فوراً آپ کو غصہ آگیا شیر قالین کو تھپکا وہ مجسم ہو کر اٹھنے لگا حضرت جنیدؒ نے اس پر نظر ڈالی تو وہ پھر اصل حالت پر آگیا۔دوبارہ بادشاہ نے پھر بے ادبی سے کلام کیا۔ حضرت شبلیؒ نے پھر قالین پر ہاتھ مارا۔ غرض تین بار یہی معاملہ پیش آیا۔ آخری بار بادشاہ نے بھی شیر کو اٹھتے دیکھ لیا۔ خوف کے مارے بدحواس ہو گیا۔ فوراً تخت سے اتر کر حضرت جنیدؒ کے قدموں پر گر پڑا۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ اس لڑکے کی بات کا کچھ خیال نہ کریں یہ بچہ ہے۔ آپ کو وہی بات زیبا ہے اور مجھ کو یہی بات لازم ہے۔ کہ اطاعت کرو تم اللہ کی اور اللہ کے رسول ﷺ کی اور حاکم متشرع کی۔ الغرض بادشاہ نے اپنا قصور معاف کرایا اور عزت کے ساتھ ان کو رخصت کیا۔وجہ تسمیہ حضرت شبلیؒ کی یہ ہے کہ شبلی شیر کے بچے کو کہتے ہیں جب یہ ماجرا گزرا تو ان کا لقب شبلی ہو گیا۔(۱)

آپ شیخ جنیدؒ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ حضرت جنید فرماتے ہیں کہ ہر شخص کا ایک تاج ہے میرا تاج ابو بکر ہے۔ آپ مالکی المذہب تھے۔اصل آپ کا خراسان سے ہے اور مولد سامرہ میں ہے۔

حضرت شبلیؒ اپنے گھر کے امیر تھے۔ایک روز خلیفہ بغداد کے طلب کرنے پر بغداد آئے خلیفہ نے حسن خدمت میں خلعت عطا فرمائی اور رخصت کیا۔جب خلیفہ کے پاس سے رخصت ہوئے تو آپ کو چھینک آئی اور آستین پر لعاب دہن گر پڑا۔ یہ دیکھ کر دشمنوں کو موقعہ ملا اور خلیفہ کو جا کر اس امر کی اطلاع کی۔ حکم ہوا کہ خلعت اس

---

(۱) تذکرۃ الغوثیہ

سے چھین لو اور عہدہ سے معزول کرو۔ حضرت شبلیؒ اس حکم سے آگاہ ہوئے اور سوچا کہ جو کوئی مخلوق کے عطیہ کی قدر نہیں کرتا ہے وہ معزول ہوتا ہے۔ انسان کو معرفت الٰہی کی خلعت فاخرہ عطا ہوئی ہے اس کی جو قدر نہ کرے تو معلوم نہیں اس کا کیا حال ہو گا۔ اس خیال سے آپ تارک الدنیا ہو گئے اور حضرت خیر نساجؒ کی خدمت میں گئے اور توبہ کی۔ خیر نساجؒ نے ان کو حضرت جنیدؒ کی خدمت میں بھیجا۔ جب حضرت جنیدؒ کی خدمت میں پہنچے تو کہا کہ حق تعالیٰ نے آپ کو گوہر آشنائی بخشا ہے آپ یا تو بخش دیں یا فروخت کریں۔ فرمایا کہ فروخت نہیں کروں گا۔ کیونکہ تمہارے پاس اس کی قیمت نہیں ہے۔ بخش دوں تو مفت یہ نعمت تیرے ہاتھ آئے گی اور اس کی قدر تم کو نہ ہو گی۔ جب مردانہ وار قدم اس دریا میں ڈالو گے تو گوہر آشنائی تمہارے ہاتھ آئے گا۔ کہا کیا کرنا چاہئے فرمایا جاؤ ایک سال تک گندھک فروشی کرو۔ جب ایک سال گزر گیا حضرت جنیدؒ کے پاس آئے فرمایا جاؤ ایک سال تک بھیک مانگو اور دوسرے کام میں مشغول نہ ہو۔ سال بھر تک بغداد کے بازار میں گدائی کی مگر کسی نے کچھ نہ دیا۔ ایک سال کے بعد شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ نے فرمایا ابھی تک قیمت اور قدر اپنی عزت کی جانتے ہو کہ خلق اللہ کے نزدیک کبھی نہ گئے۔ پھر جاؤ اور جس جگہ حکومت کی ہے وہاں رہ کر ایک سال اور گدائی کرو۔ حضرت شبلیؒ اس جگہ بھی گئے اور ایک سال گدائی میں بسر کیا۔ کسی شخص نے آپ کی طرف رغبت نہ کی۔ اس کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے فرمایا کہ ہنوز پوری حکومت تمہارے دماغ میں باقی ہے۔ ایک سال تک اور گدائی کرو۔ حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ ایک سال تک پھر گدائی کی اور روٹی کے ٹکڑے جو ملتے تھے شیخ کی خدمت میں لے جاتا تھا۔ شیخ ان ٹکڑوں کو فقیروں کو

دے دیا کرتے تھے۔ مجھ کو ہر شب بھوکا رکھتے تھے۔ ایک سال یوں ہی گزر گیا تب شیخ نے فرمایا کہ اب میری صحبت کے لائق ہوئے۔ بشرطیکہ درویشوں کی خدمت کرو۔ ایک سال تک درویشوں کی خدمت کی۔ اس کے بعد شیخ نے فرمایا کہ یاابوبکر روحانی نفس کی قدر تیرے نزدیک کیا ہے عرض کیا کہ خود کو کمترین خلق خدا جانتا ہوں۔ فرمایا اس وقت تیرا ایمان درست ہوا۔

(۱) حضرت شبلیؒ اول مجاہدہ میں ایک مدت تک تمام رات آنکھوں میں نمک لگایا کرتے تھے تا کہ نیند نہ آئے۔

آپ کی وفات ماہ ذی الحجہ ۳۳۴ھ اور بعض ۳۳۵ھ بھی کہتے ہیں (۲) بعض (۳) ۲۷ر ذی الحجہ ۳۳۴ھ اور بعض (۴) ۳۴۲ھ بھی لکھتے ہیں۔ آپ کی عمر اٹھاسی برس کی ہوئی۔

حضرت شیخ عبد الواحد تمیمیؒ

(۵) آپ کی کنیت ابو الفضل ہے۔ والد کا نام عبد العزیز بن اسد ہے۔ حضرت شیخ ابوبکر شبلیؒ کے مرید اور خلیفہ اعظم ہیں۔ آپ خادم شیخ شریعت و سالک طریقت و واقف حقیقت و امام اہل سنت و جماعت تھے۔ مذہب جنیدیہ رکھتے تھے۔ جب شیخ شبلیؒ نے وفات پائی تو آپ مسند ارشاد پر بیٹھے۔ اور اپنے پیر کے قدم بہ قدم شریعت اور طریقت پر چلنے لگے۔ بہت لوگوں کو آپ سے ہدایت ظاہری و باطنی حاصل ہوئی۔ آپ کی وفات جمادی الآخر ۴۲۵ھ کو ہوئی۔ مزار شریف حضرت امام احمد حنبلؒ کے مقبرے میں واقع ہے۔

---

(۱) تذکرۃ الاولیاء (۲) نفحات الانس (۳) سفینۃ الاولیاء (۴) مخبر الواصلین (۵) سفینۃ الاولیاء

حضرت شاہ ابوالفرح یوسف طرطوسیؒ

آپ شیخ عبدالواحد تمیمی کے خلیفہ اعظم اور مرید ہیں(۱) آپ قدوۃ الاولیائے زمان وزبدۃ المشائخ جہاں، صاحب مقامات بلند و کرامات ارجمند تھے۔ توکل اور ریاضت میں قدم محکم تھا۔ تجرید و تفرید میں یگانہ وقت تھے۔ فقیروں کی صحبت بہت پسند تھی۔ اکثراس طریقے کے لوگ ذکر جلی کرتے ہیں۔ اصل آپ کی طرطوس ہے۔ وفات ۴۴۷ھ میں ہوئی تاریخ معلوم نہیں۔ مرقد مبارک شہر طرطوس میں ہے۔

حضرت شیخ ابوالحسن علی الھکاریؒ

(۲) آپ کا نام علی بن محمود بن یوسف بن جعفر الھکاری ہے۔ آپ ابوالفرح طرطوسیؒ کے خلیفہ اعظم ہیں۔ وہ بزرگان مشائخ وقت، مقتدائے اہل زمان، صاحب خوارق و کرامات صائم الدہر و قائم الیل میں سے تھے۔ تین روز کے بعد آپ کھانا کھاتے تھے۔ اور عشاء اور تہجد کے درمیان دو ختم قرآن شریف کا کرتے تھے۔

آپ کی وفات ماہ محرم ۴۸۶ھ بعض دوسرے حوالے سے ۴۸۵ھ لکھتے ہیں۔ مزار شریف مدرسہ غوثیہ میں ہے۔

حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخذومیؒ

(۳) آپ کا نام مبارک بن علی بن حسین المخذومی ہے۔ آپ سلطان الاولیاء برہان الاتقیاء و قدوہ عارفاں و قبلہ سالکاں، پیر طریقت وواقف اسرار حقیقت، جامع

---

(۱)خزینۃ الاصفیاء (۲)خزینۃ الاصفیاء (۳)خزینۃ الاصفیاء

علوم ظاہر و باطن و صحبت دار خضر علیہ السلام و حنبلی المذہب تھے۔ آپ شیخ ابوالحسن ہنکاریؒ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ آپ حضرت قطب ربانی محبوب سبحانی شاہ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کے پیر خرقہ ہیں۔

حضرت غوث پاک فرماتے ہیں کہ ابتدائے حال میں میں نے خدا کے ساتھ عہد کیا کہ جب تک تو نہ مجھ کو کھلائے میں نہیں کھاؤں گا اور جب تک تو نہ مجھ کو پلائے میں نہیں پیوں گا۔ جب چالیس روز اسی طرح گزر گئے تو ایک شخص آیا اور تھوڑا کھانا رکھ گیا۔ قریب تھا کہ بھوک کی شدت سے میں اس کو کھالیتا مگر خیال آگیا کہ میں نے خدا سے عہد کیا ہے۔ ناگاہ غیب سے آواز آئی کہ الجوع الجوع۔ حضرت شیخ ابوسعید مخزومیؒ میرے پاس آئے اور آواز کو سنا۔ فرمایا کہ عبدالقادر یہ کیا ہے۔ میں نے کہا یہ اضطراب نفس ہے۔ مگر روح برقرار ہے۔ یہ دیکھ کر فرمایا کہ ہمارے گھر پر آؤ اور خود چلے گئے۔ میں نے کہا کہ باہر نہیں جاسکتا ہوں۔ ناگاہ ابوالعباس خضر علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ اٹھو ابوسعید کے پاس جاؤ۔ ان کے فرمانے کے بموجب میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ابوسعیدؒ دروازے پر کھڑے میرا انتظار کررہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اے شاہ عبدالقادرؒ جو کچھ تم کو میں نے کہا وہ بموجب حکم حضرت خضر علیہ السلام تھا۔ تم ہمارے گھر چلو جو کچھ ہمارے یہاں موجود ہے اس کو کھاؤ۔ چنانچہ لقمہ لقمہ کر کے آپ نے ہمارے منہ میں دیا یہاں تک کہ میں سیر ہو گیا۔ اس کے بعد مجھ کو خرقہ پہنایا اور میں نے ان کی صحبت اپنے اوپر لازم کرلی۔

آپ کی وفات بہ اتفاق اہل تواریخ ۷ر شعبان المعظم ۵۱۳ھ کو ہوئی اور بعضوں کا قول ہے کہ ۵۰۸ھ میں ہوئی۔ مدرسہ متبرکہ باب الارخ جو کہ حضرت غوث

الاعظمؒ سے منسوب ہے اس کی بنیاد حضرت ابو سعید مخذومیؒ نے ڈالی ہے اور اپنی حیات میں حضرت شاہ غوث الاعظمؒ کو عطا کیا تھا۔ آپ کا مزار پر انوار اسی مدرسہ غوثیہ میں ہے۔

حضرت سید محی الدین عبد القادر جیلانیؒ

(۱) آپ کی کنیت بادشاہ مشائخ اندر طریقت و امام ائمہ اندر شریعت و محبوب سبحانی و ابو محمد محی الدینؒ ہے۔ آپ کا نام قطب ربانی و غوث صمدانی سید عبد القادر جیلانی الحسنی الحسینی الحنبلی الشافعی بن ابی صالح بن سید موسیٰ بن سید عبد اللہ بن سید عمر زاہد بن سید محمد روحی بن سید داؤد بن سید موسیٰ مانے بن سید عبد اللہ مانے بن موسیٰ ثالث بن سید عبد اللہ محسن بن سید محمد المشہور بہ حسن مثنیٰ بن امام حسن بن اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب۔ آپ کا لقب محی الدین ہونے کا سبب یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے روز بغداد کے باہر سے شہر میں چلا آتا تھا کہ ناگاہ راہ میں ایک بیمار، نحیف البدن، زرد رو ملا۔ اس نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا۔ السلام علیک یا عبد القادر۔ وعلیکم السلام یا عبد اللہ۔ اس نے کہا میرے نزدیک آیئے میں اس کے نزدیک گیا اس نے کہا مجھے بٹھائیں۔ میں نے بٹھایا۔ جب وہ بیٹھ گیا تو فوراً تندرست ہو گیا اور توانائی بدن میں آ گئی۔ چہرے کا رنگ صاف ہو گیا۔ کہا کہ آپ نے مجھے پہچانا میں نے کہا نہیں۔ پھر اس نے کہا میں خدا کا دین ہوں۔ میں ضعیف ہو گیا تھا اور بیمار جیسا کہ آپ نے دیکھا۔ اب مجھ کو آپ کی برکت سے خداوند کریم نے دوبارہ زندہ کیا۔ آپ محی الدین ہیں۔ پھر اس کو اسی جگہ چھوڑ کر جامع مسجد میں گیا۔ ایک شخص نے میرے نعلین اٹھا لئے اور کہا محی

---

(۱) خزینۃ الاصفیاء و مناقب غوثیہ

الدین۔ جب میں نماز ادا کر چکا تو ہر طرف سے لوگوں نے مجھے گھیر لیا اور میرے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیتے اور کہتے تھے یا محی الدین۔ زمین پر آپ کا یہ لقب ہے۔ آسمان پر آپ کا لقب باز اشہب و غوث الثقلین ہے۔

آپ کا تصرف جن' انسان اور فرشتوں پر تھا۔ چنانچہ آپ کی مجلس میں انسان اور جنات دونوں حاضر ہوتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہر گروہ انسان کے مشائخ ہیں اور جماعت جنان و ملائک کے بھی مشائخ ہیں اور میں جن وانس و ملائک کا شیخ ہوں۔

آپ کی والدہ کی کنیت ام الخیر۔ لقب امتہ الخیار اور نام فاطمہ بنت شیخ عبداللہ صوفی ہے۔ شیخ عبداللہ صوفی گیلان کے مشائخ میں سے تھے۔ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کی پیدائش یکم رمضان المبارک ۴۷۰ھ یا ۴۷۱ھ میں اقلیم چہارم خراساں میں واقع مقام جیلان میں ہوئی۔ تمام ایام شیر خوارگی میں رمضان میں دن کے وقت دودھ نہ پیا۔ ۴۸۸ھ میں جب آپ کی عمر اٹھارہ برس کی ہوئی تب بغداد شریف تشریف لے گئے اور تحصیل علوم میں مشغول ہوئے۔ پہلے آپ نے قرآن شریف کی تاویلات اور تشابہات وغیرہ کی تحقیقات کی پھر محدثین و مستندین سے حدیث صحیح اور حسن وغیرہ کی تصحیح کامل ایسے حاصل کی کہ دستاویز مدلل اور سند مکمل آپ کو مل گئی۔ تینتس سال تک مسلسل درس و تدریس کا سلسلہ چلتا رہا اور چالیس برس تک وعظ و پند کرتے رہے۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کا رتبہ بلند کیا اور جلد ہی اپنے ہم عصروں پر سبقت لے گئے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جمعہ کے روز آپ نے منبر پر بیٹھ کر وعظ فرمایا۔ قریب دو سو اولیاء اللہ مع شیخ علی ہیبتی، شیخ بقا، شیخ ابو سعید قیلوی۔ شیخ ابو النجیب عبدالقاہر سہروردی۔ شیخ جاگیر۔ شیخ حماد بن مسلم دیاس۔ خواجہ یوسف ہمدانی۔ شیخ

ارسلان متصی۔ شیخ صدقہ بغدادی۔ شیخ مبارک بن علی۔ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین حاضر تھے۔اسی حالت میں انوار تجلی حق تعالی آپ کے قلب پر ظاہر ہوئی۔ آپ نے فرمایا "قدمی ھذا علی رقبتہ کل ولی اللہ" اس وقت تمام اولیاء اللہ نے اپنی گردنیں جھکادیں۔آپ کے جمال باکمال کا یہ حال تھا کہ جو دیکھتا تھا پروانہ وار شیدا ہو جاتا تھا۔جس وقت آپ مسجد میں تشریف لاتے حاضرین آپ کو وسیلہ کر کے اللہ تعالی سے دست بہ دعا ہوتے اور طلب حاجات کرتے اور اپنی مرادیں پاتے۔

طبیعت کی علمیت اور جودت یہ تھی کہ ایک روز کسی قاری نے سورۃ رحمٰن کی ایک آیت آپ کے سامنے تلاوت کی تو پہلے اس کی تفسیر گیارہ طریق سے ارشاد فرمائی اور جب دوسرے طرح کے بیان کی نوبت آئی تو اس وقت آپ نے اپنا کمال ظاہر فرمایا کہ اس کا بیان چالیس دلیلوں سے اس طرح اختتام کو پہنچا کہ ہر دلیل کی سند معتمد اور ہر سند کا ثبوت مستند اس شدومد سے دیتے تھے کہ کسی عالم فاضل کی یہ مجال نہ تھی کہ دم مار سکے۔

اس کے بعد فرمایا کہ چھوڑا میں نے قال کو اور میں حال پر آیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔بس اس کلام مبارک کا منہ سے نکلنا تھا کہ شائقین کا حال متغیر ہو گیا کوئی مجرد زمین پر لوٹنے لگا کوئی فرہاد کی طرح سر پھوڑنے لگا۔کوئی مجنوں کی طرح صحرا کی طرف نکل گیا۔

شیخ الانام فرید العصر وحید الدہر شیخ رشید بن محمد جنیدیؒ اپنی کتاب حرز العاشقین میں لکھتے ہیں کہ جب آپ کی ولادت کا زمانہ قریب پہنچا تو بڑے بڑے اولیاء کبار اور مشائخ ذی وقار و فقرائے نامدار آپ کی ولادت باسعادت کا اپنی اپنی مجلسوں

میں ذکر کرنے لگے۔ الطف قادریہ میں شیخ ابو محمد شبلیؒ سے منقول ہے کہ وہ مقبول خلائق ملک عراق میں پیدا ہوں گے۔ نام نامی ان کا عبدالقادر اور مقام گرامی ان کا شہر بغداد ہو گا۔ صحائف و لطائف ابن نجار میں مرقوم ہے کہ شیخ ابو احمد بن علی بن موسیٰ الجولی اپنی صحبت میں یہ کلمات، فرحت آیات اکثر ارشاد فرمایا کرتے کہ ایک فرزند ارجمند سرمایہ سعادت خاندان سیادت سے بصد شرافت اور نجابت بہ ہزاراں جاہ و حشم قریب تر ملک عجم میں پیدا ہو گا اور تمام عالم اس شمع جمال جہاں آرا پر پروانہ وار شیفتہ و بے قرار رہے گا۔ وہ نور البصر خلعت قطبیت اور غوثیت و محبوبیت سے اللہ اسے نوازے گا۔ التباس الانوار میں ابو عبداللہ محمد بن جعفرؒ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ تیرہ برس تک آپ کی خدمت میں رہا لیکن کبھی نہ دیکھا کہ مکھی یا مچھر آپ کے لباس یا جسم سے چھو جائے۔

آپ لباس عالمانہ اور بہت بیش قیمت کپڑے پہنتے تھے اور اونٹ کی سواری کرتے تھے۔ آپ بلند منبر پر بیٹھ کر وعظ کہتے تھے۔ جو لوگ سونا یا چاندی آپ کے لئے لاتے اس کو مصلے کے نیچے رکھوا دیتے۔ دست مبارک سے نہ چھوتے۔ خادموں سے فرماتے کہ اس کو بقال کو دے دو کہ جس سے مہمانوں کے لئے غلہ قرض لیا کرتے ہو۔ کچھ زمین وجہ حلال سے آپ کے قبضے میں تھی۔ آپ کے بعض خادم اپنے ہاتھ سے کاشتکاری کرتے تھے۔ جو غلہ اس میں پیدا ہوتا اس کو بحفاظت تمام آپ کی قوت خاص کے لئے رکھ چھوڑتے۔ چار روٹیاں ہر روز اس غلے کے آٹے سے دن کے آخر وقت میں پکا کر پیش کرتے۔ آپ ایک روٹی حاضرین پر تقسیم کرتے اور تین روٹیاں خود تناول فرماتے۔ جو کوئی نقد و جنس نذر کرتا اسے بخوشی قبول فرماتے اور اس کے عوض میں اس

کو بھی کوئی چیز دیتے۔بادشاہ و امراء کی ملاقات محض خرافات سمجھتے اور ان کی تعظیم کو کھڑے نہ ہوتے اور نہ کسی جاہ و حشمت والے کے دروازے پر جاتے۔نہ اس کا بھیجا ہوا کھانا کھاتے۔اگر کوئی امیر یا وزیر یا بادشاہ آپ کے در دولت پر آتا تو اس کی خبر سن کر اندر تشریف لے جاتے پھر برآمد ہو کر اس سے ملاقات کرتے کہ تعظیم نہ دینی پڑے۔اس سے سختی سے کلام کرتے اور نصیحت میں از حد مبالغہ فرماتے۔خلیفہ وقت کو یوں لکھتے کہ عبدالقادر تجھ سے یوں فرماتا ہے اور یہ فرمان تجھ پر نافذ کرتا ہے۔خلیفہ آپ کو یوں لکھتا کہ خلیفہ التماس کرتا ہے یا عرض رسا ہے اور جو تحریر آپ خلیفہ کے پاس بھیجتے اس کو پڑھ کر آداب بجا لاتا اور خط کو بوسہ دے کر آنکھوں سے لگاتا اور کہتا کہ شیخ سچ ارشاد فرماتے ہیں۔

کبھی ایسا بھی موقع آجاتا کہ ایک ہفتہ صوم میں گزر جاتا۔یہ بھی عادت تھی کہ ہر نماز پنجگانہ کے وقت غسل اور وضو جدید فرماتے۔تمام عمر ایسا اتفاق کبھی نہیں ہوا کہ آپ نے بے غسل اور وضو جدید نماز پنجگانہ پڑھی ہو۔آپ کے اوقات شبانہ روز معمولی اور مقرر تھے۔آپ اکثر نوافل اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔

سوداگر اور تجار دور دراز سے عمدہ ملبوسات آپ کے لئے لایا کرتے۔تمام عمر اپنی پشت قبلہ کی طرف کر کے اجلاس نہ فرمایا۔خوشبو آپ کو بہت مرغوب تھی۔عبادت کے وقت جسم شریف لباس مدرسہ اور خانقاہ کو معطر کیا جاتا۔

ایک روز آپ کے گھر میں چور آیا وہ اندھا ہو گیا۔اس وجہ سے باہر نہ نکل سکا۔اسی اثناء میں حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ آج ایک ابدال فوت ہو گیا ہے جس کو حکم ہوا اس کو اس کی جگہ مقرر کیا جائے۔آپ نے فرمایا ایک شخص

امیدوار میرے گھر میں آیا ہے اور مکان کے کونے میں چھپا ہوا ہے۔ اس کو جائے ابدال مرحوم مقرر کریں۔ حضرت خضر علیہ السلام مکان میں تشریف لے گئے اور چور کو پکڑ کر آپ کے پاس حاضر کیا۔ آپ نے ایک نظر کیمیا اثر میں چور کو درجہ ولایت کو پہنچا دیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ جناب حق تعالیٰ سے ایک کاغذ عطا ہوا وہ اتنا زیادہ مقدار میں تھا کہ جہاں تک نظر کام کرتی ہے اس کاغذ پر تمام احباب و مریدوں کے نام جو قیامت تک میرے سلسلہ میں مرید ہوں گے لکھا تھا۔ اور حکم ہوا کہ ان سب لوگوں کو تم کو بخشا اور حضرت حق کی عزت و جلال کی قسم ہے کہ اس وقت تک بہشت میں نہ جاؤں گا جب تک خداوند کریم میرے مریدوں اور متوسلوں کو بہشت میں نہ بھیجے گا۔ جو شخص کہ میرا مرید نہیں ہے اور کہتا ہے کہ میں عبدالقادرؒ کا مرید ہوں اور میں اس کو قبول کر لوں تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا۔ جو مسلمان میرے مدرسہ میں آیا، یا جس نے مجھ کو دیکھا اور نام سن کر خوش ہوا۔ عذاب قبر اس پر تا قیامت نہ ہوگا۔

خوارق عادات اور کرامات جس قدر آپ سے واقع ہوئی ہیں کسی اور اولیاء سے سرزد نہیں ہوئے۔ جو اصحاب دیکھنا چاہیں وہ حجتہ الاسرار، تحفہ قادریہ، انیس القادریہ اور مناقب غوثیہ وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ آپ کی وفات شب شنبہ ۸ یا ۹ ربیع الثانی نماز عشاء کے بعد ۵۶۱ھ یا ۵۶۲ھ میں ہوئی اور بعض اہل تاریخ ۱۱۔ ۱۳۔ اور ۱۷۔ ربیع الثانی بھی لکھتے ہیں۔ عمر شریف نوے برس سات مہینے نو دن ہے۔ آپ کا عرس سالانہ ہندوپاک میں گیارہ اور بعض سترہویں ربیع الثانی کو کرتے ہیں اور بغداد میں سترہویں تاریخ کو ہوتا ہے۔ آپ کا مزار پر انوار اشرف البلاد بغداد شریف و مدرسہ باب الازج میں واقع ہے۔

شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ

(۱) آپ حضرت ضیاء الدین ابو نجیب سہروردیؒ کے حقیقی برادرزادہ ہیں۔بارہویں پشت میں آپ کی نسبت آبائی حضرت صدیق اکبرؓ سے جاملتی ہے۔آپ حضرت غوث پاکؒ کی کرامت سے پیدا ہوئے۔شیخ محمد صادق شیبانی قادریؒ سے مناقب غوثیہ میں روایت یوں ہے کہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے والد محمد عبداللہ لاولد تھے۔ان کی اہلیہ حضرت غوث الابرارؒ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔اس وقت حضرت نے خداوند کریم کی درگاہ میں فرزند کے عطا کے لئے دعا کی اور ان کو ایک فرزند سعادت مند کے پیدا ہونے کی بشارت دی۔وہ خدا کے حکم سے حاملہ ہوئیں اور بیٹی پیدا ہوئی۔اولاد کے نہ ہونے کی وجہ سے اس بیٹی کو بھی غنیمت جانا۔اس لڑکی کو سرخ لباس پہنا کر حضرت غوث پاکؒ کی خدمت میں لائیں اور عرض کیا کہ لڑکی پیدا ہوئی ہے۔اس کو حضور کی خدمت میں لائی ہوں اس پر حضرت غوث پاک نے فرمایا کہ یہ لڑکی نہیں لڑکا ہے اور اس کا نام میں نے شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہرورد رکھا۔اس کی عمر دراز ہوگی۔یہ لڑکا درویشوں اور اولیاؤں کے زمرہ میں عالی مرتبہ ہوگا۔انشاء اللہ تعالی۔الغرض آپ کی والدہ نے یہ بات سنی تو ان کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ واقعی لڑکا ہے۔خدا کا شکر بجالائیں اور اپنے مکان پر آئیں۔

(۲) آپ اپنے چچا شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردیؒ کے مرید تھے۔قطب ربانی کا زمانہ پایا۔آپ کی ملازمت کی برکت سے فوائد عظیم وبہرہ تمام حاصل کیا۔شیخ شہاب الدینؒ فرماتے ہیں کہ میں علم کلام میں مشغول تھا۔میں نے اس کی کئی کتابیں یاد کی تھیں۔ہمارے چچا اس سے منع کرتے تھے۔ایک روز وہ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کی

---

(۱) مراۃ الاسرار (۲) منبع الانساب

زیارت کو گئے۔ میں ان کے ساتھ تھا مجھ کو کہا کہ حاضر رہو کہ پیر مردولی آیا ہے۔ اس کا دل خدا تعالی سے خبر دیتا ہے۔ دیدار کی برکات کے منتظر رہو۔ جب میں بیٹھا تو شیخ ابو نجیب نے کہا کہ یا سیدی میرا برادر زادہ علم کلام میں مشغول رہتا ہے۔ ہر چند میں منع کرتا ہوں باز نہیں آتا ہے۔ حضرت غوث الثقلینؒ نے فرمایا کہ اے عمر کون سی کتاب تم نے حفظ کی ہے۔ عرض کیا فلاں کتاب۔ بس اپنے دست مبارک کو میرے سینے پر پھیرا۔ واللہ ایک لفظ اس کتاب کا یاد نہ رہا۔ اللہ تعالی نے اس کے کل مسائل کو میرے دل سے بھلا دیا اور علم لدنی عطا فرمایا۔ شیخ الشیوخ ہمیشہ فرماتے تھے کہ جو کچھ میں نے پایا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی برکت سے پایا۔

شیخ کے مرید شیخ نجم الدینؒ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ شیخ کے نزدیک خلوت میں بیٹھا تھا۔ چالیسویں روز ایک واقعہ دیکھا کہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ ایک بلند کوہ پر بیٹھے ہیں اور بہت سے جواہر آپ کے پاس ہیں۔ بے شمار لوگ دامن کوہ میں جمع ہیں اور شیخ اس جواہر کو سب لوگوں پر پھینک رہے ہیں۔ جواہرات کو جس قدر آپ پھینکتے جاتے ہیں اس قدر وہ زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ گویا آپ کے پاس جواہرات کا چشمہ ہے۔ جب خلوت سے باہر آیا اور شیخ کے پاس گیا۔ قبل اس کے کہ میں اس واقع کی خبر آپ کو کروں آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تم نے دیکھا وہ حق ہے اور مثل اس کے بہت باتیں حضرت شیخ عبدالقادر کی برکت انفاس سے ہے۔

آپ کی ولادت ماہ رجب ۵۴۸ھ یا ۵۳۹ھ میں ہوئی۔ آپ نے خرقہ خلافت بھی حضرت غوث پاکؒ سے پایا ہے۔ آپ کی وفات یکم محرم ۶۳۲ھ کو ہوئی۔ مزار شریف بغداد میں واقع ہے۔ آپ کے کئی خلفاء ہوئے۔ منجملہ ان کے

حضرت سید مبارک غزنوی قدس سرہ العزیز بھی ہیں۔

حضرت سید مبارک غزنویؒ

(۱) آپ دہلی کے مقتدائے روزگار اور شیخ الاسلام تھے۔ سلطان شمس الدین التمش کے زمانے میں آپ کو میر دہلی کہتے تھے۔ آپ شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ کے اعظم خلفاء میں سے ہیں۔ آپ شان عظیم اور تصوف قوی رکھتے تھے۔ شیخ نصیر الدین محمود اودھیؒ سے منقول ہے کہ ایک بزرگ تھے ان کا نام شیخ محمد اجل شیرازیؒ تھا۔ شیخ مبارک غزنویؒ نے ان سے نعمت پائی تھی۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک روز شیخ محمد اجلؒ کا مرید ان کے پاس آیا اور کہا کہ میرے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے اور بندہ زادہ ہے اس کو نعمت سے سرفراز فرمایئے۔ شیخ نے فرمایا اچھا ہوگا جب کل ہم صبح کی نماز پر ملیں تو اپنے لڑکے کو لانا اور ہماری داہنی طرف آنا اور میری نظروں کے سامنے رکھنا۔ اتفاقاً اس روز سید مبارک غزنوی بھی پیدا ہوئے تھے۔ اس مجلس میں پدر سید مبارک حاضر تھے۔ اس بات کو سن کر دل میں کہا کہ میں بھی اپنے لڑکے کو لے آؤں گا۔ جب وقت نماز ہوا اس مرید نے آنے میں دیر کی۔ سید مبارک کے پدر پہلے سے کھڑے تھے کہ موذن نے تکبیر کہی اور شیخ نے نماز تمام کی۔ سید مبارک کے پدر شیخ کے داہنی طرف سے آئے اور سید مبارکؒ کو شیخ کے سامنے رکھا۔ شیخ نے آپ پر نظر مرحمت ڈالی جس کی بدولت آپ کو درجہ ولائت حاصل ہوا۔ بعد ازاں وہ مرید آیا۔ شیخ نے فرمایا کہ وہ نعمت سید زادہ کو نصیب ہوئی۔

(۲) سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ ایک سال بارش نہ ہوئی تو لوگوں نے شیخ

---

(۱) منہاج الاسرار (۲) فوائد الفواد

نظام الدین ابوالموید کے پاس درخواست کی تاکہ بارش کی دعا کریں۔ آپ نے منبر پر چڑھ کر دعا کی۔ اس کے بعد آسمان کی طرف رخ کر کے کہا کہ یا اللہ اگر توباراں نہ فرستی من بعد ازایں شیخ آبادانی نباشم۔ یہ کہنے کے بعد منبر سے اتر آئے۔ حق تعالی نے بہت پانی برسایا۔ جب حضرت قطب الدینؒ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھ کو تم سے اعتقاد راسخ ہے کہ تم کو اللہ تعالی سے نیاز حاصل ہے لیکن یہ لفظ کس بات پر کہا کہ اگر باراں نہ فرستی من در شیخ آبادانی نباشم۔ شیخ نظام الدین ابوالمویدؒ(۱) نے کہا کہ میں جانتا تھا کہ بارش ہوگی۔ اس لئے میں نے کہا سید قطب الدینؒ نے فرمایا کہ کس وجہ سے جانتے تھے۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھ سے اور سید مبارک غزنویؒ سے سلطان شمس الدین التمش کے سامنے زیردست بیٹھنے کے لئے نزاع ہو گئی تھی تو فرمایا تھا کہ جو کچھ باراں ہے میری دعا سے ہے۔ لہذا میں ان کے مزار پر گیا اور کہا کہ اگر آپ میرے ساتھ مہربانی کریں تو میں دعا کروں ورنہ نہ کروں تو روضہ پاک سے آواز آئی کہ باتو آشتی کردیم برودعا باراں بخواں خواہد شد۔

آپ کے کمالات یہ ہیں کہ وفات کے بعد بھی اس طرح کا تصرف ظاہر ہوا۔ آپ کا مقبرہ دہلی میں حوض شمسی سے پورب کی جانب ہے۔ آپ کی وفات پنجشنبہ یکم محرم ۶۳۲ھ کو شمس الدین التمش کے زمانے میں ہوئی۔

---

(۱) چوں حضرت سید نورالدین مبارک غزنوی قدس سرہ از غزنیں بہ دارالخلافت دہلی رسید۔ حضرت او را ہمشیرہ بود درابعہ عصر بکمال عفت منسوب بی بی سائراں نام داشت۔ آں عفیفہ روزگار حضرت شیخ بزرگوار قطب الدین بختیار قدس سرہ رابرادر خواند۔ شیخ نظام الدین المویدؒ کہ پسر حضرت بی بی سائراں است، پرورش وتربیت از حضرت خواجہ قطب الدین بختیار قدس سرہ دارد وخرقہ ارادت وخلافت از حضرت سلطان المشائخ فرید للملۃ والدین قدس سرہ مشرف شد۔

حضرت سید نظام الدین غزنویؒ

آپ اپنے پدر بزرگوار حضرت سید مبارک غزنویؒ کے مرید و خلیفہ و جانشین تھے۔ آپ مرد بزرگ صاحب عبادت و ریاضت تھے۔ آپ شیخ صدر الدین پسر خواجہ بہاء الدین ذکریا ملتانی کے ہم عصر ہیں۔ آپ کی تاریخ وفات معلوم نہ ہو سکی۔

حضرت سید نجم الدین قلندر غوث الدہرؒ

(۱) آپ سید حسینی ہیں۔ آپ کا نسب شریف حضرت زید شہید تک اس طرح پہنچتا ہے کہ سید نجم الدین ابن سید نظام الدین غزنوی ابن سید نور الدین مبارک غزنوی المعروف بہ میراں میر دہلی ابن سید عبد اللہ ابو الفضل ابن سید شرف الدین محدث مکہ شریف ابن سید محمد ابو الحسن سانوسی ابن سید محمد فارسی ابن سید یحییٰ ابو الحسن ابن سید حسین ابو عبد اللہ ابن سید عمر ابن سید احمد محدث شاعر ابن سید یحیی بزرگ ابن سید حسین ابن زید الشہید ابن امام علی زین العابدینؓ ابن امام حسین ابن امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ۔

حضرت سید نور الدین مبارکؒ، حضرت نجم الدین غزنویؒ کے جد بزرگ تھے۔ آپ حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے بھانجے ہیں اور شیخ نظام الدین ابو المویدؒ کی والدہ بی بی ساراں ابرباراں کے بھائی ہیں۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے۔ ایک سید نظام والد سید نجم الدین قلندرؒ دوئم سید جلال سوئم سید عزیز اللہ۔ رسالہ غوثیہ میں مرقوم ہے کہ حضرت غوث الدہر فرماتے ہیں کہ شیخ المشائخ فرید الدین گنج شکر شیخ قطب الدین بختیار اوشی کی زیارت کے لئے ہمارے شہر میں آئے تو ہمارے پدر

---

(۱) رسالہ اصول المقصود از جناب تراب علی

بزرگوار مجھ کو ان کے پاس لے گئے اور شیخ کے قدموں میں ڈال دیا۔ شیخ نے اپنی ٹوپی میرے سر پر رکھی اور فرمایا کہ ایں یکے از ما خواہد بود۔ ہم اس وقت دس برس کے تھے۔

آپ حضرت امیر سید خضر رومیؒ (۱) کی خدمت میں رہ کر اعلیٰ مرتبہ کو پہنچے۔ مشہور ہے کہ آپ چرم پوش تھے۔ آپ نے بہت سے ملکوں کا سفر کیا۔ جب سفر سے مراجعت کی ترک دنیا کیا اور شیخ بزرگوار سلطان نظام الدین اولیاءؒ کی خدمت میں روئے ارادت لائے اور بیعت حاصل کی۔ حضرت غوث الدہر سے منقول ہے کہ سلطان المشائخ نے مجھ کو تربیت فرمائی اور افکار و اشغال و مراقبات و مجاہدات تلقین کیئے۔ ایک مدت کے بعد میں نے فتح باب (دروازے کا کھلنا) چاہا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ اس وقت مجھ کو ایسا معلوم ہوا ہے کہ تم کو سید المحدثین و حجتہ المحبوبین اولاد رسول امی سید خضر رومیؒ کے ہاتھ پر فتح باب ہے۔ وہ مشائخ قلندریہ کے پیشوا ہیں۔ میں نے ادب سے عرض کی کہ ان کو کہاں سے لاؤں۔ دوسرے میں صوفیہ اور وہ قلندریہ ہیں کہ چاروں ابرو کا صفایا کرتے ہیں۔

حضرت شیخ نے فرمایا کہ روم جاؤ اور ان کو اس شہر میں تلاش کرو۔ حضرت سلطان المشائخ نے حلیہ ان کا آپ کو اس طرح بتایا کہ وہ مرد نورانی ہیں اور ان کے روئے مبارک کی شعاع انوار، خورشید وماہ پر غالب ہے۔ جب حضرت غوث الدہرؒ ایک مدت کے بعد بلاد روم میں پہنچے۔ ایک روز روم کے بازار میں بیٹھے ہوئے تھے تو دیکھا کہ قلندر کا ایک گروہ چلا جاتا ہے۔ ایک مرد باعظمت و ہیبت و جلالت ان لوگوں کا امام ہے۔ اس کا حلیہ سلطان المشائخ کے بتائے ہوئے حلیے کے مطابق تھا۔ حضرت غوث الدہرؒ ان کے ظاہر و باطن کو پہچان کر دوڑے اور قدموں پر گر پڑے۔ قلندر صاحب نے خود بخود ان کا

---

(۱) حضرت خضر رومیؒ کی وفات ۱۸ رجب المرجب ۷۰۵ھ میں ہوئی آپ کو حضرت عبدالعزیز مکیؒ سے خلافت تھی۔ عبدالعزیز مکیؒ نے ۳ ربیع الاول ۲۶۴۲ھ میں وفات پائی۔ عمر شریف ہفت صد و چند سال ہوئی۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب صفہ میں سے ہیں ان ہستیوں کا احوال مراد المریدین واصول المقصود میں لکھا ہے۔ یہ ہستیاں سلسلہ قادریہ کے پیران میں سے ہیں۔ بعض اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت عبدالعزیز مکیؒ ہنوز زندہ ہیں۔ ۱۲ ذی الحجہ کو روپوش ہو گئے اور بمقام پٹن سرولیہ میں بیٹھ کر حکم ہند کر دینے کا دیا۔ (مولف)۔

نام لے کر فرمایا کہ برادرم نظام الدین اچھے ہیں ؟ آپ نے فرمایا کہ اچھا ہوں۔ پھر فرمایا کہ مجھ کو معلوم ہوا تھا کہ شیخ نے تم کو ہمارے واسطے بھیجا ہے۔ خوب ہوا جو تم آئے اور میں نے قبول کیا۔ چند روز کے بعد آپ کو خلافت قلندریہ عطا ہوئی۔

حضرت غوث الدہر نے پورب میں بنگالہ تک سیر کی اور حضرت نور قطب عالم خلف خواجہ علاء الحقؒ سے ملاقات کی ہے۔ آپ کی کرامتیں بہت ہیں جیسے تالاب میں پانی کا تیل ہو جانا۔ ایک کچکول گدائی سے کچھوچھہ کے تمام مسلمانوں کو طرح طرح کا کھانا کھلانا۔

حضرت غوث الدہرؒ پچاس برس تک مکہ معظمہ کی سیر میں مصروف رہے اور ببول کے پتوں سے افطار کرتے تھے۔ چالیس برس تک حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے مکان میں حاجیوں کو پانی پلاتے رہے اور بیالیس حج کئے اور کئی مرتبہ حج اکبر پایا۔ تیس برس تک ایک پتھر پر بیٹھتے تھے کہ اس سے 'ھو' کی آواز نکلی۔ حاجی حضرت غوث الدہر کو بوسہ دینے کے لئے جمع ہوتے تھے۔ آپ نے دوبار فرنگ سے چین تک سفر کیا۔ کہتے ہیں کہ حضرت غوث الدہر کی پیشانی پر ایک خط تھا۔ اس کو ہر شخص دیکھتا تھا وہ خط لفظ قطب الاقطاب تھا۔

آپ نے اپنے پیرو مرشد حضرت سید خضر رومیؒ سے اجازت و خلافت سلسلہ قلندریہ و علویہ و طیفوریہ و چشتیہ و قطبیہ حاصل کی۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ سے اجازت و خلافت سلسلہ چشتیہ نظامیہ حاصل کی اور اپنے پدر بزرگوار سید نظام الدین ابن سید مبارک غزنویؒ سے اجازت و خلافت سلسلہ قادریہ، سہروردیہ حاصل کی۔ اور انہوں نے شیخ شہاب الدین سہروردی سے پائی۔ اور سلسلہ قادریہ بلاواسطہ اپنے چچا سے

پایا۔ یہ بھی روایت ہے کہ بلواسطہ اپنے چچا کے پایا۔ آپ قادریہ تین طرح سے ہیں۔ ایک رضویہ کہ حضرت امام علی موسیٰ رضاؒ تک پہنچتا ہے۔ دوئم بصریہ کہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ تک پہنچتا ہے۔ سوئم حسینیہ کہ حضرت امام حسینؓ تک پہنچتا ہے۔ یہ سب شجرہ بہ تفصیل فصول مسعودیہ میں مذکور ہے۔

حضرت غوث الدہرؒ کی وفات چہار شنبہ ۲۰/ذی الحجہ ۸۳۷ھ اور ولادت ۶۳۷ھ اور عمر مبارک دوسو برس کی ہوئی۔ آپ کا مزار شریف صوبہ مالوہ میں گڈھ کے قریب موضع نالچہ جو کہ سلطان غوری کے محل کے متصل ہے۔ اور ایک بہت بڑا حوض ہے۔ اس حوض کے پورب کی جانب آپ کا مرقد مبارک ہے اور پچھّم میں محل مذکور ہے۔ اس حوض کو تالاب باندی کہتے ہیں۔

حضرت قطب الدین بینادل سرانداز غوثی جونپوری قدس سرہ

(۱) آپ حضرت عمر خطابؓ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کا نسب نامہ اس طرح ہے۔ حضرت قطب الدین بینادل ابن شیخ ملک ابن شیخ علاؤالدین ابن شیخ الاسلام ابن شیخ پیو ابن شیخ مخدوم جہاں المعروف بہ شیخ بہرام ابن شیخ محمود ابن شیخ احمد موسیٰ ابن شیخ اسحاق ابن شیخ ابراہیم ابن شیخ ادریس ابن شیخ عیسیٰ ابن شیخ مقصود ابن شیخ حسین ابن شیخ نوراللہ ابن شیخ منور ابن شیخ محمود ابن شیخ طاہر ابن شیخ جہانگیر ابن شیخ جنید ابن شیخ بایزید ابن شیخ سدو ابن شیخ کرم اللہ ابن شیخ ضیاء الدین ابن شیخ تاج ابن شیخ عثمان ابن شیخ علی ابن شیخ فضل ابن شیخ عبوالواحد ابن شیخ حاجی ابن شیخ عبدالرزاق ابن شیخ عبدالخلیل ابن شیخ ابوالقاسم ابن شیخ عبدالرحمٰن ابن عبداللہؓ ابن امیر المومنین عمر خطابؓ۔

---

(۱) اصول المقصود

جب حضرت نجم الدین قلندر قدس سرہ سیر کرتے ہوئے (۱) سرہرپور میں پہنچے تو حضرت قطب الدین بینادل کو دیکھا کہ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں اس وقت حضرت نجم الدین قلندر نے فرمایا کہ میری یہ سب سیر و سیاحت اس لڑکے کی تربیت کے لئے تھی۔ آخر کار آپ کی تربیت میں مشغول ہوئے۔ جب آپ کا کام پورا ہو گیا تو کل امانت سلسلہ قلندریہ وغیرہ آپ کو عطا ہوئی اور قطب الدین بینادل سر انداز غوثی کے لقب سے نوازے گئے۔ بینادل کے لقب کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے چہرے پر چشم کی کوئی علامت نہ تھی۔ چہرے اور پیشانی کے درمیان کوئی چیز نہ تھی جو کچھ انسان چشم ظاہر سے دیکھتا ہے بلکہ دیکھ نہیں سکتا۔ آپ اس کو دل سے دیکھتے تھے۔

(۲) آپ مادر زاد ولی تھے۔ آپ سے خوارق عادات و کرامات و تصرفات ایام طفلی و شیر خوارگی سے بہت ظاہر ہوئے ہیں۔ چنانچہ مشہور ہے کہ جس وقت آپ پیدا ہوئے دایہ نے گود میں لیا۔ اتفاقاً اسی روز اس کا ہار کھو گیا۔ اس نے کہا کم بخت میری گود میں آیا ہے کہ اس کے لینے کے ساتھ ہی ہار کھو گیا۔ ایام طفلی میں جب آپ بولنے لگے تو پہلی بات یہ بولے کہ اے دایہ مجھ کو کمبخت کیوں کہا۔ ہار تیرا تو چوہا لے گیا۔ میں نے اس کے سوراخ کو بند کر دیا ہے۔ تیرا ہار سوراخ میں رکھا ہے۔ اب اس نے سوراخ کو کھولا تو ہار جوں کا توں اسی جگہ پایا۔ لوگ یہ خوارق اور تصرفات دیکھ کر حیران اور متعجب ہوئے اور عرض کیا کہ اگر آپ کو اس قدر قدرت تصرفات تھیں تو کیوں اس وقت اطلاع نہ کی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر اس وقت اس اسرار کو ظاہر کرتا تو لوگ مجھ کو دیو یا پری سمجھ کر مار ڈالنے کی کوشش کرتے۔

عنائیت الٰہی اور بزرگان کی توجہ آپ کے ساتھ تھی کہ بے کد و کاوش اور بغیر

---

(۱) جون پور کے قریب ہے (۲) فصول مسعودیہ

سیر و سفر کی تکلیف اٹھائے جو کچھ قلندران اپنی عمر گزار کر حاصل کرتے ہیں اپنے گھر پر حاصل کی۔

(۱) حسب الحکم حضرت رسول مقبول ﷺ، حضرت سید نجم الدین عمر کے آخری حصے میں ۸۲۶ھ میں سرور پور جو کہ سرہر پور کے نام سے مشہور ہے تشریف لائے اور حضرت قطب الدین بینا دل کی تعلیم و تربیت فرمائی اور خلافت کبری اعنائیت فرما کر مشائخ کا لباس پہنایا۔ آپ نے غوث الدہر کا لقب بھی عطا فرمایا اور اپنے وطن واپس تشریف لے گئے۔ حضرت قطب الدین بینا دل قدس سرہ ذکر و اشغال اور خلق اللہ کی تعلیم و تربیت میں مشغول ہوئے ۔اس کے بعد جون پور تشریف لے گئے۔ اثنائے راہ میں موضع مونگر جو کہ جون پور کی سرکار سے متعلق ہے ایک مقام دل کشا اور پر فضا پسند کر کے چند روز تک اس جگہ مسکن اختیار کر کے اور حجرہ بنا کر اذکار و افکار میں مشغول ہوئے۔وہ حجرہ آج تک خلق اللہ کی زیارت گاہ ہے۔

حضرت فاخر صدیق مهولوی لکھتے ہیں کہ لقب سر انداز غوثی کی وجہ یہ ہے کہ اثنائے ذکر وقت سر اندازی کے آپ کا سر مبارک جدا ہو جاتا تھا۔ آپ کو اجازت و خلافت سلسلہ قادریہ ،علویہ ،طیفوریہ ،چشتیہ ،قطبیہ ،و چشتیہ نظامیہ اپنے پیر و مرشد حضرت سید نجم الدین قلندرؒ سے تھی اور سلسلہ فردوسیہ شیخ المشائخ حسین بن معیز بن شمس البلخی سے حاصل ہوا۔اور شیخ حسین بلخیؒ نے اپنے چچا سے حاصل کیا۔اور ان کے والد معیز بلخی نے بھی اپنے بڑے بھائی شیخ ابو المظفر بن شمس البلخی سے پایا۔پس پسر و پدر دونوں حضرت مظفر بلخی کے مرید و خلیفہ ہیں اور حضرت مظفر بلخی حضرت شیخ المشائخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ کے مرید و خلیفہ ہیں۔

---

(۱) اصول المقصود

جب شیخ حسین کو کشف سے معلوم ہوا کہ ان کے پاس شاہ قطب الدین بینا دل سرور پور کی امانت ہے تو سرور پور تشریف لائے اور سلسلہ فردوسیہ کا ارشاد و تلقین طریقہ آپ کو عطا فرمایا۔ یہ نعمت حضرت نجم الدین قلندر سے قبل ہی آپ کو ملی۔ آپ کو شیخ بدھن ظفر آبادی سہروردی سے سلسلہ سہروردیہ، بہائیہ پہنچا۔ سلسلہ سہروردریہ بہائیہ خواجہ بہاؤالدین ذکریا ملتانی سے منسوب ہے۔ یہ سلسلہ دو طرف سے ہے ایک سہروردیہ رضویہ حضرت امام علی موسیٰ رضاؑ تک پہنچتا ہے۔ دوسرا سہروردیہ بصریہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ تک پہنچتا ہے۔

رسالہ مسعودیہ میں لکھا ہے کہ آپ کو سلسلہ سہروردیہ بہائیہ شیخ شمس الدین بدھن سے پہنچا۔ ان کو اپنے والد ابوالفتح رکن الدین مسکین سے اور ان کو اپنے والد شیخ صدرالدین الحاجی چراغ ہند ظفر آبادی سے اور ان کو شیخ رکن الدین رکن عالم ابوالفتح ملتانی اور ان کو اپنے والد شیخ صدرالدین العارف سے اور ان کو اپنے والد شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی سے پہنچا۔

فصول مسعودیہ کے مطابق حضرت صدرالدین ظفر آبادی چراغ ہندؒ کی وفات ۷۹۰ھ میں ہوئی اور حضرت قطب الدین بینادل قدس سرہ کی پیدائش ۷۷۶ھ میں ہوئی اور وفات ۹۲۵ھ میں واقع ہوئی۔ آپ کی عمر شریف ایک سو انچاس برس سے پانچ روز زیادہ ہوئی۔

آپ کی وفات ۲۵ر شعبان اور بعض کے نزدیک ۲۴ر شعبان کو ہوئی۔ لیکن عرس ۲۵ر شعبان کو جون پور میں ہوتا ہے۔ مزار شریف بمقام علن پور بیرون شہر جون پور بر سر راہ ظفر آباد و بنارس سڑک کے دکھن کی جانب واقع ہے۔ سرہانے ایک چراغ

دالان قد آدم اونچا پختہ بنا ہوا ہے۔آپ کے کشف کرامات رسالہ فصول مسعودیہ و مناقب الاصفیاء و مراد المریدین میں تفصیل سے مرقوم ہیں۔

حضرت شاہ محمد قطب قلندر قدس سرہ

(۱) آپ حضرت شاہ قطب الدین بینادل قدس سرہ کے پسر کلاں و خلیفہ رشید ہیں۔آپ نے اپنے والد سے ظاہری وباطنی فائدے اور ازلی و ابدی سعادت حاصل کی۔آپ ہمیشہ ریاضات و مجاہدات میں مشغول رہتے اور صائم الدہر و قائم الیل تھے۔جب اذکار وافکار و مراقبات واسرار اپنے والد سے تربیت پا چکے اور رموز سے آگاہ ہوئے تو مرتبہ فنافی اللہ وبقاباللہ کا حاصل ہوا۔

والد بزرگوار نے آپ کو سلسلہ قلندریہ وعلویہ وطیفوریہ وچشتیہ وسلسلہ قادریہ وفردوسیہ وسہروردریہ کی اجازت وخلافت کبریٰ عنائیت فرمائی اور لباس فقر پہنا کر لقب قطب الاقطاب سے سرفراز فرمایا اور اپنا جانشین بنایا۔آپ نے جو کچھ اپنے والد سے سنا عمل میں لائے اور اپنے اوقات ہمیشہ ریاضت و مجاہدات میں صرف کئے۔حالت سکرو جذب آپ پر غالب تھی۔لباس قادریہ تھا۔اکثر اوقات مراقبہ میں سر بہ دوزانو رہتے تھے۔جیسی کہ حضرت خضر رومیؒ کی خصلت تھی۔آپ کی عمر نوے برس کی ہوئی۔۹/ذیقعد کو آپ کی وفات ہوئی۔سنہ وفات معلوم نہ ہو سکا۔مزار شریف حضرت قطب الدین بینادل قدس سرہ کے مزار کے پائیں واقع ہے۔آپ نے اپنے بیٹے شیخ عبدالسلام عرف شیخ علن کے نام سے جون پور میں علن پور آباد کیا۔اب وہ علن پور کے نام سے مشہور ہے۔

---

(۱) اصول المقصود

حضرت شیخ عبدالسلام المعروف بہ شیخ علن قدس سرہ

آپ اپنے پدر بزرگوار حضرت شیخ محمد قطب الدین قدس سرہ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ تعلیم وتربیت و اجازت و خلافت آپ کو سلسلہ قلندریہ و قادریہ و چشتیہ و طیفوریہ وسہروردیہ و فردوسیہ میں اپنے والد بزرگوار سے حاصل ہے۔ بعض کے نزدیک آپ کو جد بزرگوار سے اجازت و خلافت تھی اور درمیان میں پدر بزرگوار کا واسطہ نہیں ہے۔ یہ بات بخوبی ممکن ہے کہ آپ کو دونوں بزرگوار سے خلافت حاصل ہو۔

آپ نے ۱۵/ ذیقعدہ ۹۸۰ھ کو اس عالم فانی سے ملک جاودانی کو انتقال فرمایا۔ آپ کا مزار اقدس سید محمد قطب کے برابر پچھم جانب واقع ہے۔ فصول مسعودیہ و مناقب الاصفیاء وغیرہ میں آپ کے کشف و کرامات مفصل لکھے گئے ہیں۔ آپ کے خلفاء مریدین بھی بہت ہیں۔ چند خلفاء کے اسمائے گرامی درج کئے جاتے ہیں ۔ حضرت شاہ عبدالرحمٰن جانباز، جد کلاں حضرت شاہ مجا قلندر۔ ان کے علاوہ شاہ محمود قلندر لکھنوی قدس سرہ۔ شاہ عبدالرزاق بن مخدوم خاصہ خدا امیٹھوی۔ شیخ سلطان محمود جون پوری اور شاہ دانیال بنارسی

حضرت شیخ عبدالقدوس جون پوری قدس سرہ

آپ اپنے پدر بزرگوار حضرت شاہ عبدالسلام قلندر قدس سرہ کے خلیفہ ہیں۔ باوجود اپنے کمالات و اوصاف کے اپنے آپ کو پوشیدہ اور گمنام رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ شروع میں ایک ہندو کے یہاں ملازم تھے اور کوئی شخص آپ کے حال سے

مطلع نہ ہوا۔ ایک روز ایک بزرگ شاجہاں آباد سے جون پور کا قصد کر کے اپنے شیخ سے رخصت ہوئے۔ شیخ نے فرمایا کہ جون پور میں شیخ عبدالقدوسؒ ایک بزرگ بڑے صاحب کمال رہتے ہیں۔ وہاں پہنچ کر ان سے ملاقات کرنا۔ قلعہ مین ان سے ملاقات ہوگی۔ جب وہ بزرگ جون پور پہنچے تو شیخ عبدالقدوسؒ سے ملے اور ادب سے پیش آئے تب وہ ہندو آپ کی بزرگی سے مطلع ہوا اور معذرت کی۔ اس روز سے لوگ آپ کی بزرگی سے آگاہ ہوئے اس کے بعد آپ نے اپنے ہاتھ سے کاشتکاری کرنا شروع کیا۔

(۱) آپ ایک دیوان کے پاس ملازمت کرتے تھے۔ یومیہ تنخواہ ملتی تھی اس سے آپ کے اہل وعیال کی گزربسر ہوتی تھی۔ ایک روز ایک ضعیفہ کسی کام کیلیئے دیوان کے پاس آئی اور چندبار عرض کیا لیکن دیوان متوجہ نہ ہوا۔ جب آپ نے دیکھا کہ دیوان اس ضعیفہ کے حال پر توجہ نہیں کرتا ہے تو دیوان پر ناراض ہوئے کہ ایک ضعیفہ کی حاجت روائی میں دیر کیوں کرتا ہے۔ اس وقت اس کو ایک چٹھی لکھ کر دی اور کرامات باطنی سے حاکم وقت کو آپ نے بلایا۔ حاکم نے ننگے سر ننگے پیر دیوان کے پاس آکر ضعیفہ کی چٹھی پر دستخط کیئے اور واپس ہوا۔ وہ چٹھی ضعیفہ کے حوالے کر دی اور خود دولت خانہ پر تشریف لے گئے۔ گھر کے لوگوں نے کہا کہ آج آپ نے رزق کے اسباب کو برباد کر دیا۔ تب آپ عالم غیب کی طرف متوجہ ہوئے تو یہ بات منکشف ہوئی کہ اتنے دنوں تک آپ نے اپنے کمالات کو چھپایا۔ اب ظاہر کر دو اور طالبوں کی تعلیم وتربیت کرو۔

(۲) شیخ عبدالقدوس بن شیخ عبدالسلام قطب زمانہ تھے۔ ان کے پدر بزرگوار اپنی رحلت کے سالہاسال قبل فرماتے تھے کہ میرے بعد قطب جہاں شاہ عبدالرحمٰن جاں باز کی خدمت میں جانا۔ اپنے والد کی وفات کے بعد قطب جہاں کی خدمت میں

---

(۱) فصول مسعودیہ ومناقب الاصفیا (۲) حجۃ العارفین

تشریف لے گئے اور ان کی صحبت میں رہے اور علوم باطنی کے ابوابؒ ان پر کھل گئے۔ ارباب ولائت کے مقامات عالیہ اور ان کے احوال سے مطلع ہو گئے۔

جب شیخ عبد القدوسؒ نے شیخ عبد الرحمن جاں باز کی اجازت سے وطن کا قصد کیا اور لکھنو کے قریب پہنچے تو شیخ محمود قلندر ان کے استقبال کو باہر آئے اور مزاج پرسی کی اور نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ اپنے یہاں لے آئے اور ضیافت و ضائف کے بعد آپ قصبہ امیٹھی کی طرف متوجہ ہوئے۔ شیخ عبد الرزاق بن خاصہ خدا اکثر آپ کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔ دیر تک صحبت باہمی سے مسرت حاصل کرتے اس کے بعد رخصت ہوتے تھے۔

شیخ عبد القدوسؒ جون پور تشریف لائے اور اپنی گمنامی کے لئے بہت سی کوششیں کیں۔ بہت کم لوگوں کو علم تھا کہ یہ قطب روزگار ہیں۔ حضرت شاہ مجا قدس سرہ کے مکتوبات میں مذکور ہے کہ شیخ عبد القدوس جون پوری ایک ساعت میں اپنی خرق عادات سے کعبہ تشریف لے گئے ہیں۔ اور حج ادا کیا ہے۔ حاجیوں نے آپ کو مبارکباد دی اور اسی وقت اپنے مکان پہنچے ہیں اور بغیر اس کے کہ زمین پر قدم رکھا ہو یا آسمان کی گردش میں فرق آیا ہو۔

ہر طرح کی تعلیم باطنی آپ کی آپ کے والد بزرگوار سے ہوئی۔ سلسلہ قادریہ و چشتیہ و قادرریہ و سہروردیہ و فردوسیہ وطیفوریہ کی اجازت و خلافت آپ نے اپنے والد بزرگوار سے حاصل فرمائی تھی۔ سلسلہ مداریہ کی خلافت و اجازت حاجی الحرمین جناب بدھن صاحب قدس سرہ سے پائی تھی۔

(۱) ان ہی ساتوں سلسلوں کو سلسلہ قدوسیہ کہتے ہیں یعنی ہر ایک ان ساتوں

سلسلے میں قدوسیہ کہلاتا ہے۔جس کی انتہا قدوس السلام کی طرف ہے۔اس کو عبدالقدوس بن عبدالسلام کی طرف بھی ربط ہے اور سلسلہ مداریہ وخاندان قلندریہ میں آپ کے خلیفہ حضرت دیوان عبدالرشید قدس سرہ کی تقریر و تحریر سے ثابت ہوتا ہے۔دوسری جگہوں سے بھی معلوم ہوا کہ شیخ عبدالقدوس بن عبدالسلامؒ کو سلسلہ مداریہ اس طرح پہنچا۔حاجی بدھن سے ان کو شیخ حسام الدین سے اور ان کو شیخ ابوالفتح سے اور ان کو اپنے والد شیخ قاضی سے اور ان کو شیخ بدیع الدین مدار سے۔

سلسلہ مداریہ پانچ قسم سے ہے (۱) مداریہ طیفوریہ جعفریہ (۲) مداریہ بصریہ (۳) مداریہ صدیقہ (۴) مداریہ اویسیہ (۵) مداریہ مہدویہ۔ان پانچوں سلسلوں کے شجرے بہ تفصیل فصول مسعودیہ میں مرقوم ہیں۔

آپ کی وفات یکشنبہ ۱۲/ شوال ۱۰۵۲ھ کو ہوئی۔چنانچہ دیوان عبدالرشید نے لفظ یکشنبہ دوازدہم شوال سنہ وفات نکالا ہے۔آپ کا مزار آپ کے پدر بزرگوار کی قبر کے نزدیک علن پور میں ہے۔آپ کے خلفائے نامی دیوان عبدالرشید جون پوری، شاہ مجتبے عرف شاہ مجا قلندر لاہرپوری، سید راجے احمد مانکپوری، مولوی عطاء اللہ والد بزرگوار شیخ غلام نقشبند جو کہ شیخ پیر محمد لکھنوی کے جانشین ہیں۔ملا محمد نعیم ساکن بدوسرائے اور ملا بدلی قدس سرہما۔

حضرت شاہ مجتبے عرف شاہ مجا قلندر لاہرپوری قدس سرہ

(۲) آپ حضرت شاہ عبدالقدوس قلندر جون پوری قدس سرہ کے اعظم خلفاء میں سے ہیں۔صاحب طبقہ و خلافت کبریٰ میں سلسلہ عالیہ قلندریہ آپ سے

---

(۱) فصول مسعودیہ (۲) اصول المقصود از شاہ تراب علی

جاری ہوا۔ والد کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب اٹھائیس واسطوں سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ تک پہنچتا ہے۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے شجرہ نسب لکھا ہے وہ یوں ہے مجتبے بن مصطفیٰ بن شاہ امین الدین بن شاہ عبدالرحمٰن بن شاہ علاؤالدین بن شاہ عطاء اللہ بن شاہ اظہر الدین بن شاہ خیر الدین بن شاہ ظہیر الدین بن شاہ سلیمان بن امیر عبداللہ بن مستنجد باللہ بن مقتضی باللہ بن مستظہر بالدین بن مقتدی باللہ بن محمد بن قائم با مر الدین قادر باللہ بن اسحاق بن مقتدر بن معتضد باللہ بن موفق باللہ بن متوکل باللہ بن معتصم باللہ بن ہارون رشید بن محمد مہدی بن ابو جعفر منصور بن محمد بن علی بن عبداللہؓ بن عباسؓ عم رسول اللہ ﷺ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے اپنے اجداد کے ہر نام پر شاہ امین الدین سے شاہ سلیمان تک ولی کا لفظ لکھا ہے یعنی ہر ایک ولی کامل تھے۔

والدہ کی طرف سے چند وجہ سے ائمہ علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ ایک یہ کہ ایک دختر از فرزندان حضرت امام علی رضاؒ۔ امیر عبداللہ کے عقد میں تھیں ان سے ابو محمد سلیمان تولد ہوئے (۱) دوسرے یہ کہ والدہ شاہ عطاء اللہ بنت سید مقام الدین کنتوری بن ابو طالب بن محمد محروق بن القاسم حمزہ بن حمزہ بن حضرت امام موسیٰ کاظمؒ تھیں۔ سوائے ایک دختر کے سید مذکور کے کوئی فرزند نہ تھا۔ ان کا نام فاطمہ تھا اور شاہ ظہیر الدین سے ان کا عقد ہوا تھا۔ حجتہ العارفین میں ہے کہ سیدہ راحلی ملک والدہ شاہ امین الدین دختر سید الہدیہ شہید کی ہیں۔ جو کہ سادات شاہانہ اولاد زید شہید کے تھے۔ اس طرح مراد المرادین میں ہے کہ آپ شیخ ابو سعید حاجی عبداللطیف کے حقیقی خواہر زادہ ہیں۔ حجتہ العارفین میں ہے کہ شیخ ابو سعید آپ کو لڑکپن سے دوست رکھتے

---

(۱) مناقب الخلفاء

تھے اور خود سے ہر گز جدا نہ کرتے تھے۔ یہاں تک آپ اٹھارہ برس کی عمر کو پہنچے اور صرف ونحو پڑھنے لگے۔

آپ ابتدائے عمر میں کتب درسیہ پڑھنے میں مشغول تھے کہ یکایک غیب سے آواز آئی کہ وقت خود راچرا ضائع می کنی برائے رسانیدن اسرار الٰہی ما منتظر تو نشستہ ایم۔ ہدایہ رابگذار و خود راپیش من برساں (۱) آپ جستجو میں ہوئے کہ کون شخص ہے جس نے یہ آواز دی۔ تین بار اسی طرح سے غیب سے آواز آئی اس کے بعد ہدایہ کا پڑھنا موقوف کر دیا۔ پیر و مرشد کی تلاش میں لاہور تک پہنچے۔ اثنائے راہ میں ایک شخص سبز پوش عراقی گھوڑے پر سوار نیزہ ہاتھ میں لئے ملے۔ انہوں نے پوچھا کہ اے مجا کہاں جاتے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت شاہ میر لاہوری کے پاس۔ پیر و مرشد کی جستجو میں جاتا ہوں۔ اس شخص نے کہا کہ اس جنگل میں ایک فقیر ہے اس کے پاس جاؤ اور جو کچھ وہ کہے اس پر عمل کرو۔ آپ اس جنگل میں گئے دیکھا کہ ایک فقیر ہے اس کے پاس اسباب نہیں ہے۔ چنانچہ رات اس فقیر کے پاس گزاری۔ اس فقیر نے فقر اور کرامات سے آپ کو کھانا کھلایا اور پوچھا کہ تمہارا ارادہ کیا ہے۔ آپ نے بیان کیا۔ اس فقیر نے کہا کہ اپنے وقت کو ضائع نہ کرو کہ تمہارے پیر و مرشد شاہ عبدالقدوس جون پوری ہیں۔ آپ کو خیال ہوا کہ ہمارے پاس خرچ کے لئے کچھ نہیں ہے اور جون پور دور ہے۔ کس طرح پہنچیں گے۔ فی الفور اس فقیر نے کہا کہ قنوج تک پانچ گھڑی میں پہنچ جاؤ گے۔ چنانچہ اس فقیر کے تصرف سے قنوج میں ایک مجذوب کے پاس پہنچے اور رات کے وقت وہاں رہے۔ جب صبح ہوئی تو پھر خیال سفر خرچ کا دل میں آیا کہ جون پور دور ہے۔ اس مجذوب نے کہا کہ چار گھڑی میں جون پور پہنچ جاؤ گے۔ چنانچہ چار گھڑی میں

---

(۱) فصول مسعودیہ

جون پور پہنچے۔ اور پیرو مرشد کی قدمبوسی حاصل کی۔ ایک ساعت کے بعد آپ کے پیرو مرشد نے پوچھا کہ تم جانتے ہو کہ ہدایہ کے مطالعے کے وقت تم کو کس شخص نے آواز دی تھی وہ میں تھا۔ اور جانتے ہو کہ لاہور میں وہ سوار کون تھا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ تھے۔ اور وہ فقیر جو جنگل میں تھا تم جانتے ہو کہ وہ کون تھا برزخ اس فقیر کا تھا۔ الغرض آپ اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں چودہ روز تک رہے اور بہ وجوہ اذکار وافکار واسرار کے تلقین ہوئے اور واصل الی الحق ہو کر خلافت سلاسل سبعہ کے مجاز ہوئے۔ اس وقت دیوان عبدالرشید نے پیرو مرشد کی خدمت میں عرض کیا کہ میں برسوں سے حضور کی خدمت میں ذکر و شغل میں مشغول ہوں اور اب تک کچھ کشود باطنی حاصل نہ ہوا اور ان کو چودہ روز میں مثل اپنے ولی اکمل بنا کر رخصت کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ شخص اپنے دل کو لوح سادہ کی مانند صاف کر کے لایا تھا۔ جو کچھ میں نے چاہا اس لوح پر لکھ دیا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے مطلب کو پہنچ گیا۔ اور تمہارا حال یہ ہے کہ جو کچھ میں تم کو کہتا ہوں اور تلقین کرتا ہوں اس کو کتب حکماء متکلمین وصوفیاء وغیرہ سے تطبیق دیتے ہو کبھی بسوئے علم کھینچتے ہو اور کبھی بسوئے علم دیگر۔ اس وجہ سے وہ اسرار تمہارے دل نشین نہیں ہوتے ہیں۔

شاہ مجا قلندرؒ کے پہنچنے سے قبل شیخ عبدالقدوس قدس سرہ کھڑے کھڑے پھرتے تھے اور وہ فرماتے تھے نبیرہ بندگی میاں یعنی شاہ عبدالرحمٰن جانباز اپنے جد کی نعمت لینے کے لئے آیا ہے۔ آپ کے آنے تک اسی طرح سے پھرتے تھے اور یہی کلمہ فرماتے تھے۔ کہتے ہیں کہ قطب العالم نے رخصت کے وقت فرمایا کہ نسخہ کیمیا میں جانتا ہوں اور معمول خاندان قلندریہ کا ہے کہ برائے جمعیت خاطر سیکھ لیتے ہیں کہ بوقت

حاجت کام آئے۔ آپ نے عرض کیا کہ حضرت سلامت کیمیائے اعظم وہ ہے کہ حادث سے قدیم ہو اور واجب ہو یہ کیمیا بتلانے سے وہی کیمیا بہتر ہے اور کیمیا کی حاجت نہیں ہے جو خس کو سونا کرے۔ حضرت قطب العالم آپ کے اس استغنا اور علو ہمتی کو دیکھ کر محظوظ ہوئے۔ اور فرمایا کہ مجا تمہارا مرتبہ مجھ سے بڑھ گیا۔ آخر الامر آپ بہ اجازت قطب العالم لاہور پہنچے اور آبادی سے باہر رہنا اختیار کیا اور روز و شب ذکر و فکر میں مشغول ہوئے۔ بعد ازاں اپنی حویلی میں ایک مکان علیحدہ درست کر کے اپنے گھر میں تشریف لائے اور وہیں رہنا اختیار کیا۔ آپ نے حجتہ العارفین میں لکھا ہے کہ جس وقت آپ شیخ عبد القدوس قدس سرہ کی خدمت سے مشرف ہوئے اس وقت وہ ایک سو دس برس کے تھے لیکن وہ آپ کے منتظر تھے۔ اور جو طالب آپ کے پاس جاتا ات آپ شاہ مجاؒ کے پاس بھیج دیا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ مجتبیٰ لاہر پوری کے پاس جاؤ کہ میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں اور وہ جوان ہیں۔

جب حضرت مجا شاہ قلندر قدس سرہ آخر عمر میں پہنچے تو استغراق آپ کو بہت ہوا یہاں تک کہ دو روز تک اس عالم کی خبر آپ کو نہ ہوتی تھی۔ اس کی پوری تفصیل اور آپ کے بہت سے کشف و کرامات اصول المقصود و فصول مسعودیہ و مراد لمریدین میں ہیں۔ آپ کی وفات ۱۵ ربیع الثانی ۱۰۸۴ھ کو ہوئی۔ آپ کی عمر ترسٹھ سال کی ہوئی۔ آپ کا روضہ منورہ لاہر پور میں ہے۔ لاہر پور خیر آباد سے سات کوس پر ہے۔ آپ کا مزار شریف سنگ مرمر کا ہے۔

آپ کے خلفاء و مریدان بہت اہل کمال تھے۔ ان میں چند کے نام حضرت شاہ عبد الرسول کچھوندوی معروف بہ راجگری۔ حضرت شاہ عبد الرسول سترکھی۔ شاہ

عبدالرسول بنارسی۔ حضرت شاہ فتح قلندر جون پوری۔ حضرت شاہ محمد ماہ قلندر الہ آبادی۔ شاہ محمد یوسف قلندر امیٹھوی۔ شاہ ابو نجیب قلندر امیٹھوی۔ شاہ جنید ثانی عرف سنجر میاں نبیرہ بندگی نظام الدین امیٹھوی۔ شاہ عباس قلندر۔ شاہ قاسم دہلوی۔ شاہ بہاؤالحق ابن شیخ فتح قلندر۔ قاضی مینا پھولوی۔ شاہ عبدالغنی اکبر آبادی۔ محمد رفیع۔ شاہ محی الدین بلگرامی۔ شاہ مظفر اودھی۔ میر سید دانیال ہرکامی۔ میر سید مسعود ابن سید دانیال مذکور۔ محمد رضا شاہ۔ شاہ قطب از قانون گویاں لاہر پور اور شاہ محمد آفاق متوطن ماادہ ہیں۔ ان لوگوں کا احوال مناقب الاصفیاء و مراد المریدین میں مذکور ہے۔

حضرت شیخ عبدالرسول کھوندوی المعروف بہ راجگری قدس سرہ

حضرت شیخ عبدالرسول ابن قاضی معروف بن شیخ عبدالواحد بن شیخ حامد بن شیخ جلال الدین بن شیخ مدہن بن شیخ قطب بن شیخ نور سجادہ نشین و ہمشیرہ زادہ، حضرت مخدوم رضی جمشید راجگری خلیفہ اکمل حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے ہیں اور حضرت رضی جمشید قاضی ندوہ اودھی کی اولاد میں سے ہیں۔ قنوج کے کنارے پر اس کے نہایت ہی متصل قصبہ راجگیر ہے جو اب بالکل ویران سا ہے۔ فقط اس جناب کی اولاد کا مقبرہ اور مدفن ہے۔ اس سے تھوڑی دور دریا پار موضع کھوند ہے۔ حضرت شیخ مذکور کا مولد و مسکن وہیں تھا۔ آپ کا تمام خاندان بیت العلم و اشرف تھا۔ غالباً آبائی سلسلہ دینی مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا تھا۔ مگر آپ نے ظاہری علوم کی تحصیل کے بعد حضرت سلطان العارفین شاہ مجا قدس سرہ سے بیعت کی اور طریقہ قلندریہ میں سر آمد روزگار ہوئے اور آپ کو شاہ مجا سے تلمذ بھی تھا۔ آپ اپنے وقت کے مشہور علماء میں

سے تھے۔ آپ علم ظاہر اور معارف و دقائق میں بہت کچھ امتیاز رکھتے تھے۔ آخر میں جب ان پر غلبہ استغراق زیادہ ہونے لگا تو انہوں نے امامت وارشاد و ہدایت ان ہی کے سپرد کردی اور اپنے صاحبزادے اور بھائی حضرت شاہ یاسین قلندر وغیرہ کو مرید کرایا اور فرمایا کہ مجاؔ عبدالرسول و عبدالرسول مجاؔ۔

مکتوبات حضرت شاہ مجاؔ قلندر قدس سرہ سے جو آپ کے نام سے ہے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے ایک برادرزادہ قاضی شیخ علیم اللہ کھوندوی ہیں۔ اس زمانہ کی علمی دنیامیں آپ کا بڑا شہرہ تھا اور بادشاہ وقت بہت ہی احترام و عزت کرتا تھا۔ ان کے ارشد تلامذہ میں حضرت سید درگاہی بلگرامی گزرے ہیں جو حضرت شیخ عبدالرسولؒ کے اجل خلفاء مریدین میں سے تھے۔ حضرت شیخ کا سلسلہ اس زمانے میں بیعت رائج و دائرہ سائرہ معلوم ہوتا ہے۔ حضرت شاہ فتح قلندر جون پوری جو حضرت شاہ مجاؔ قدس سرہ کے بھی پیرزادے تھے۔ اور علم باطنی میں آپ ہی سے مستفیض تھے۔ تھوڑے دنوں کے لئے آپ نے شیخ عبدالرسول کی خدمت میں بمقام کھوندا اقامت فرمائی اور اپنے حالات اور حضرت عبدالرسولؒ کی عنایت کا ذکر حضرت شاہ مجاؔ قلندر قدس سرہ کے حضور میں برابر لکھا کرتے تھے۔ حضرت شاہ قدس سرہ نے جناب موصوف کو ایک خط میں لکھا کہ اگر در صفاتی و معارف چیزے مشکل بود از شیخ عبدالرسول رجوع کن کہ از او حل خواہد شد و شیخ مشار اللہ را ہمچوں من داں بلکہ از من بہتر تصور کن دریں ہیچ مبالغہ و شبہہ نیست حق است حق است۔

رسالہ مصباح لطالبین جس کا سن تالیف ایک ہزار اکیاسی ہے۔ آپ کا مصنفہ ہے۔ یہ رسالہ آپ نے بحکم حضرت مجاؔ قلندر شیخ محمد آفاق کی تعلیم و تلقین کے لئے لکھا

تھا۔اس میں اذکار قلندریہ وغیرہ کو خوب بیان کیا ہے۔بتاریخ ۲۸رذی الحجہ حضرت نے انتقال فرمایا اور اپنے آبائی مقبرہ راجگیر میں مدفون ہیں۔اس تاریخ کو آپ کے خاندانی لوگ مقام پھوند سے آکر ہر سال آپ کا عرس بھی کیا کرتے ہیں۔اس حقیر کے پیرومرشد کی خانقاہ میں بھی اسی تاریخ کو آپ کا قل ہوا کرتا ہے۔

حضرت سید محمد فاضل قلندر سادھوری قدس سرہ

سادھور ضلع انبالہ میں ایک قدیم قصبہ ہے جہاں ہندوستان کے سر آمد سلسلہ قادریہ حضرت شاہ قمیص قادری کا مزار پرانوار ہے۔حضرت سید محمد فاضل قلندر بن سید محمد صالح قدس سرہ کا مولد وطن بھی یہی قصبہ ہے۔اور آپ کو بیعت طریقت خلافت حضرت شیخ عبدالرسول پھوندوی سے تھی مگر ٹھیک نہیں بتایا جا سکتا۔کہ حضرت موصوف سادات قادریہ قمیصیہ سے ہیں یادوسرے خاندان سے ہیں مگر اتنا تو یقین ہے کہ قمیصیہ خاندان سے آپ کے خاص تعلقات اور قرابتیں ضرور تھیں۔آپ کی اولاد ذکور سے کوئی سلسلہ باقی نہیں ہے۔مگر آپ کی بیٹی کی اولاد سے لوگ موجود ہیں۔حضرت سید محمد فاضل قلندر سادھوری قدس سرہ کا قیام اکثر دہلی میں ہوا کرتا تھا۔اس عرصہ قیام میں آپ سے حضرت محبوب رب العالمین خواجہ عماد الدین قلندر بادشاہ قدس سرہ مستفیض ہوئے۔

وفات آں جامع الکرامات تاریخ ۹رر رمضان المبارک شب پنجشبہ ۱۱۰۴ھ کو ہوئی۔آپ کا مزار پرانوار بمقام سادھورہ ضلع انبالہ ندی کے کنارے محلہ قاضیان میں پرانے قلعہ کے نیچے موجود ہے اور گھاٹی محمد شاہ فاضل کے نام سے مشہور ہے۔آپ کا

قل ہر سال بتاریخ ۹ رر مضان المبارک ہمارے پیرومرشد کی خانقاہ شریف میں بمقام پٹنہ ہوا کرتا ہے۔ پتہ مزار اقدس کا اپنے دوست بہادر شاہ صاحب لاہوری سے دریافت کر کے لکھا گیا۔

محبوب رب العالمین حضرت خواجہ عماد الدین قلندر باشادہ قدس سرہ

آپ کا احوال تذکرۃ الکرام مولفہ حضرت شاہ ابو الحیواۃ پھلواری میں صفحہ ۶۵۴ سے صفحہ آخر تک درج ہے اور رسالہ معارف پھلواری کے سب ایڈیٹر صاحب سلمہ نے بھی ماہ شوال ۱۳۳۰ھ کے معارف میں لکھا ہے۔

آپ کا نام عماد الدین المعروف بہ میاں صاحب ۔القابات محبوب رب العالمین افضل الجاہدین مرشد السالکین اور مقصود السالکین ہے۔ آپ کا نسب حضرت جعفر طیار تک اس طور سے پہنچتا ہے۔ عماد الدین بن برہان الدین المعروف بہ لعل میاں صاحب بن بایزید ثانی بن محمد فرید الحق والدین بن حضرت شاہ محمد حسین بن امیر عطاء اللہ المعروف بہ خواجہ عطاء اللہ بن سعد اللہ شہید بن شاہ محمد فتح اللہ نواسہ و جانشین مخدوم شیخ نور الدین ملک یار پراں دہلوی و شاہ محمد فتح اللہ بن محمد محب اللہ بن محمد ہدایت الدین سید محمد بن محمد سمین بن محمد امین بن محمد ابراہیم بن محمد المدعو بن محمد عبید بن سید محمد حمید بن محمد اسماعیل بن محمد بن علی بن حضرت زینبؓ بنت حضرت فاطمہ زہراؓ بنت محمد ﷺ ۔ حضرت زینبؓ بنت فاطمہؓ کی شادی حضرت عبداللہ الجواد سے ہوئی جو حضرت جعفر طیارؓ کے صاحبزادے تھے۔ حضرت جعفرؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت محمد ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے۔ حضرت محبوب رب العالمینؒ کی ولادت با سعادت حضرت محی السالکین شاہ نور الحق تپاںؒ اپنے رسالہ انوار الطریقت فی اظہار

حقیقت میں ۱۰۶۵ھ سال پیدائش حضرت خواجہ عمادالدین قدس سرہ لکھا ہے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے پدر بزرگوار حضرت مخدوم شاہ برہان الدین قادری پھلواروی سے پائی۔ جب اٹھارہ یا انیس برس کی عمر کے ہوئے تو اپنے والد کی اجازت سے بقیہ علوم کی تکمیل کے لئے دہلی پہنچے اور وہاں بقیہ کتب درسیہ سے اکثر کتب کی تکمیل کے بعد آپ نے حضرت شیخ عبدالحق دہلویؒ کے پوتے شیخ الاسلام سے سند حدیث حاصل کی یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت سید محمد فاضل قلندر سادھوری قدس سرہ دہلی میں تشریف رکھتے تھے۔ یہاں سے آپ لاہور کے مشہور مدرسہ میں تشریف لائے اور جو کچھ کتابیں باقی رہ گئیں تھیں ان کی تکمیل کرلی اور اس کے بعد دوبرس تک اسی مدرسے میں درس دیتے رہے۔ اس اثناء میں حضرت سید محمد فاضل قدس سرہ سادھورہ واپس جاچکے تھے۔ اس لئے آپ دوبرس تک درس و تدریس میں مشغول رہنے کے بعد حضرت سید محمد فاضلؒ کی زیارت کے لئے سادھورہ گئے۔ یہاں حضرت کی زیارت سے مشرف ہونے کے بعد حضرت سید محمد فاضلؒ کے دست مبارک پر بیعت کی اور کچھ مدت تک بغرض کسب طریقہ اذکار واشغال و مراقبات خاندان قلندریہ حضرت کی صحبت میں حاضر رہے اور برابر داد ریاضات و مجاہدات دیتے رہے۔ جب یہ سب دولتیں حاصل ہو چکیں اور آپ مرتبہ تکمیل کو پہنچے تو ایک روز حضرت سید محمد فاضلؒ نے اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ شاہ عمادالدین اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے تم کو شیخی کے درجے پر پہنچایا۔ اس وقت میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے والد کی روح تمہارے دیدار کے لئے مضطرب ہے۔ لہذا ہماری خوشی وخاطر یہ ہے کہ تم اپنے والد بزرگوار کو اپنے دیدار سے مسرور کرو۔ آپ نے دوات قلم کاغذ طلب کیا اور خلافت

نامہ مثالی پیران کہ اب تک دستخطی آں حضرت موجود ہے لکھ کر مع خرقہ و خلافت عمادیہ و عصاء و تسبیح و مصلا اپنی وفات سے چند ماہ قبل سن ۱۱۰۱ھ میں عنایت فرمایا اور ہاتھ اٹھا کر دیر تک دعا کی اور رخصت فرمایا اور فرمایا کہ اگر ہمارے انتقال کی خبر سنو تو اس طرف کی مراجعت کا قصد نہ کرنا۔ اس کے بعد حضرت عماد الدینؒ نے حضرت سید محمد فاضلؒ کے قدموں پر سر رکھا اور بوسہ دے کر رخصت ہوئے۔ آپ جب مقام بھوج پور پہنچے وہاں ایک سیاح نے حضرت سید محمد فاضلؒ کی رحلت کی خبر سنائی۔ مگر چونکہ حضرت سید کی وصیت یاد تھی اس لئے مراجعت کا قصد نہ کیا اور اس طرح مغموم و محزون وطن پہنچے۔

آپ کے پہنچنے کی خبر حضرت لعل میاں صاحب آپ کے پدر بزرگوار کو ملی۔ انہوں نے اپنے یاروں کو فرمایا کہ جاؤ دیکھو کہ کیا حال ہے اور کیا لباس ہے۔ یاروں نے جا کر آپ کو دیکھا اور حضرت عماد سے عرض کیا کہ تھوڑی دیر اس جگہ توقف کیجئے اور خود آکر حضرت لعل میاں کے حضور میں عرض کیا کہ بہ لباس تقویٰ و صلاح و فلاح دینی سے آراستہ و پیراستہ ہیں۔ یہ سنتے ہی بے اختیار برہنہ پا دوڑے اور لفظ یوسف من یوسف من کا جاری تھا۔ یہاں تک کہ ایک سنگی مسجد جو کہ آپ کے جد بزرگوار امیر عطاء اللہ کی بناء کردہ ہے اس کے پاس ملاقات ہوئی۔ حضرت عمادؒ نے والد بزرگوار کے قدم مبارک پر سر رکھا اور بوسہ دیا۔ حضرت لعل میاں نے بغل میں ہاتھ دے کر اٹھا لیا اور گود میں لے کر دونوں صاحبان مل کر خوب روئے۔

یار در آغوش من، من نیز در آغوش یار
زاریم از ہجر تے لیکن ز وصل آں نگار

اس وقت حضرت شاہ محمد مجیب اللہ نو یا دس برس کے تھے۔ حضرت لعل میاں کے ساتھ ان کے پیچھے پیچھے دوڑتے ہوئے آئے بعد از آں رؤساو اکابر و اصاغر اس وقت کے کل اسی جگہ جمع ہوئے اور سب لوگوں نے معانقہ کیا اور سب خانقاہ تک آئے اور وہاں مجلس آراستہ کی۔

چند دنوں کے بعد حضرت لعل میاں صاحب نے بھی خرقہ خلافت سلسلہ جنیدیہ ،جمالیہ ، قمیصیہ ، قادریہ پہنایا۔جو کوئی خواہ بیعت کے حصول یا اشغال و اذکار کی تعلیم کے لئے حاضر ہوتا تو اس کو حضرت عمادؒ کے پاس بھیج دیا کرتے تھے۔ غرض کہ اسی زمانے سے آپ تعلیم و تربیت میں مصروف ہوئے اور خلق اللہ کے لئے ہدایت کا دروازہ کھولا۔ آپ بڑے صاحب باطن اور اہل کمال تھے۔

جسم انور حضرت خواجہ بہت تناور اور عظیم الجثہ تھا۔ توکل میں اس قدر قدم راسخ تھا کہ لباس میں بجز ایک پیراہن اور پائجامہ و ٹوپی و لنگی کے دوسرا نہیں رکھتے تھے۔جب جمعہ کا دن آتا لنگی کو باندھتے اور شاہ محمد مقیم آپ کے ایک یار تھے وہ پیراہن پائجامہ اور ٹوپی اور تھوڑا صابن خرید کر تالاب جہاں دھوبی کپڑے دھویا کرتے تھے جاتے اور خود اپنے ہاتھوں سے ان کپڑوں کو دھوتے اور اول وقت ظہر کے حضرت خواجہ کے پاس لایا کرتے تھے اور آپ اس کو پہن کر نماز جمعہ میں تشریف لے جاتے تھے۔جب تک ایک جوڑا پھٹ نہ جاتا دوسرا نہ ہواتے۔ذکر نفی و اثبات میں کمال تھا کہ کلمہ نفی میں آپ کا جسم خلق اللہ کی نظروں سے غائب ہو جاتا تھا اور کلمہ اثبات میں ظاہر و نمایاں ہو جاتا تھا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت خواجہ مجلس سماع میں تھے اور حضرت شاہ محمد مجیب اللہؒ شریک محفل نہ تھے لیکن اس طرف چلے جاتے تھے کہ حضرت میاں صاحب نے عین حالت وجد میں آپ کو دیکھ کر پکارا۔ جب آپ قریب پہنچے تو حضرت میاں صاحب زور وجد میں تھے آپ کے قریب آئے اور فرمایا کہ مہمان کے لئے سامان ضیافت کرو کسی امر میں فتور نہ ہونے پائے۔ یہ سن کر آپ حویلی کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ حضرت خواجہ کی اہلیہ کو مہمان کی اطلاع دیں۔ اثناء راہ میں کہ ہنوز مجلس سے جدا نہ ہوئے تھے کہ دل میں خیال آیا کہ وجد و شورش ہے کہ شورش کے درمیان مجھے بلایا۔ بہر حال مہمان کے آنے کا بیان کیا اور وجد بھی ویسے ہی بحال رہا۔ حضرت خواجہ کے دل میں آپ کا یہ فقرہ منکشف ہوا اور پھر بہ آواز بلند پکارا کہ سنو جب قریب گئے تو فرمایا کہ وجد کاملین وہ ہے کہ ایک مشت سرسوں لے کر شورش کریں اور پھینکیں تو بجز ایک دانہ کے دوسرا مٹھی سے نہ گرے اور فرمایا جاؤ اپنا کام کرو پھر وجد میں دور کرنا شروع کیا۔ حضرت خواجہ، حضرت سید محمد فاضلؒ کو دیکھنے کو بنارس آن کی آن میں تشریف لے جاتے تھے اور پھر ملاقات کے بعد لوٹ آتے تھے۔ غرض کہ کرامات و خرق عادات آپ کے بہت ہیں۔

بعد وفات آپ کو بہت لوگوں نے دیکھا ہے۔ انتقال کے بعد حضرت شاہ محمد مجیب اللہ ایک کتاب کا مطالعہ فرمار ہے تھے اور شاہ غلام نقشبند کو کہ حضرت شاہ محمد مجیب اللہ کے حبالہ پرورش میں تھے۔ آپ کے زانو کے قریب سوئے ہوئے تھے ناگاہ صحن خانہ میں کھڑاون کی آواز سنی۔ سر اٹھایا دیکھا کہ حضرت خواجہ چلے آتے ہیں۔ دوڑے اور شرف پابوسی حاصل کیا۔ پابوسی کے وقت آپ نے محسوس کیا کہ جسم

میں نرمی وگرمی ہے۔پوچھایا محبوب رب العالمین کیا مرنے کے بعد جسم میں گرمی ونرمی مثل زندوں کے رہتی ہے ؟ فرمایا نہیں لیکن یہ جسم میرا جسم مثالی نہیں ہے کہ اس میں یہ آثار پاؤ یہ جسم دنیاوی ہے۔ حق تعالی نے مجھ کو مجاز کیا ہے کہ جہاں چاہوں اسی اصلی جسم سے اپنے حاضر ہوں۔اس وقت میرا اول فرزند ارجمند غلام نقشبند کے دیکھنے کو بہت چاہا اس لئے اس جسم دنیاوی میں چلا آیا۔ حضرت شاہ محمد مجیب اللہ نے چاہا کہ حضرت غلام نقشبند کو جگائیں۔ آپ نے منع فرمایا کہ مت جگاؤ۔ میری غرض صرف دیکھنے کی تھی ۔وہ حاصل ہوئی اب میں جاتا ہوں ۔یہ کہہ کر آپ تشریف لے گئے۔ علاوہ ازیں بارہا لوگوں نے آپ کو دیکھا ہے۔ کبھی مزار پر سر بہ مراقب اور کہیں ٹہلتے ہوئے۔

حضرت عمادؒ نے بستم جمادی الاول بروز یکشنبہ وقت ظہر ۱۱۲۴ھ ایک ہشت سالہ صاحبزادہ حضرت شاہ غلام نقشبند محمد سجاد اور دوسرے صاحبزادے پنج سالہ حضرت شاہ انعام الدین کو چھوڑ کر اس دنیائے فانی سے دار باقی کی طرف رحلت فرمائی۔ مزار پاک قصبہ پھلواری میں آپ کے والد حضرت مخدوم شاہ برہان الدین قادری عرف لعل میاں صاحب قدس سرہ کے جانب پائیں واقع ہے۔

آپ کی تاریخ وفات کے قطعات تو بہت لوگوں نے لکھے ہیں لیکن حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ مجیب اللہ عمادی پھلواروی نے جو حضرت کے مرید و خلیفہ اجل تھے۔جو شعر فرمایا اس کا لکھنا میں زیادہ مناسب سمجھتا ہوں اور وہ شعر یہ ہے۔

مرشد من پیر من استاد من کرده وفات
"پاک ذات" آمد خطابش از خدائے پاک

۱۱۲۴ھ

بعض روایتوں میں یوں ہے کہ حضرت تاج العارفین نے صرف مادہ تاریخ نکالا تھا۔ جسے حسب الحکم آپ کے بڑے پوتے اور خلیفہ اجل حضرت مولانا شاہ محمد نور الحق تپاں نے موزوں فرمایاواللہ اعلم۔

میاں صاحب کا عرس ہر سال بیسویں جمادی الاول کو دن کے وقت خانقاہ عمادیہ پٹنہ سیٹی میں ہوا کرتا ہے۔ آپ کے عرس میں پلاؤ تقسیم ہوا کرتا ہے۔

حضرت خواجہ کو اجازت وخلافت اپنے والد محترم سے اس طرح ہے کہ آپ کو مخدوم شاہ برہان الدین عرف لعل میاں اور ان کو حضرت جنید اولیاء ثانی سے بہ ایں طور ہے کہ آپ کو مخدوم شاہ برہان الدین عرف لعل میاں صاحب سے ان کو حضرت جنید اولیا ثانی پھلواروی سے اور ان کو حضرت مولانا ملا شاہ جمال اللہ اولیا کڑوی قدس سرہ سے حاصل ہوا اور آپ کو جناب قاضی ضیاء الدین لوتنی قدس سرہ سے اور ان کو جناب شیخ نیکیازی قدس سرہ سے ان کو جناب سید ابراہیم قدس سرہ سے اور ان کو جناب شیخ بہاؤالدین قدس سرہ سے ان کو حضرت سید موسیٰ قدس سرہ سے ان کو سید علی قدس سرہ سے ان کو جناب شاہ محی الدین قادری قدس سرہ سے ان کو حضرت شاہ ابی صالح نصر القادری قدس سرہ سے ان کو جناب حضرت سید عبدالرزاق القادری قدس سرہ سے ان کو غوث الثقلین ذوالقرنین قطب الربانی محبوب سبحانی سید محی الدین ابی محمد عبدالقادر جیلانی الحسنی الحسینی قدس سرہ سے ان کو جناب حضرت شیخ ابو

سعید المخزومی قدس سرہ سے آخر سلسلہ تک اور جو آپ کو اجازت و خلافت حضرت محمد فاضل قلندر قدس سرہ سے پہنچی وہ اس تفصیل سے ہے کہ افضل المجاہدین سید المستغرقین سید محمد فاضل قلندر شادھوری قدس سرہ سے ان کو شیخ عبد الرسول بن شیخ المعروف راجگیری قدس سرہ سے ان کو قدوۃ المحققین شیخ المجتبیٰ لاہرپوری قدس سرہ سے ان کو شیخ عبد القدوس الجونپوری قدس سرہ سے ان کو شیخ الاسلام الشیخ عبد السلام المعروف شیخ علن قدس سرہ سے۔

سلسلہ مداریہ عمادیہ :۔ الحاج الحرمین حاجی بڈھن سے ان کو ابی الفتح الشطاری سے ان کو الشیخ قاذن الشطاری سے ان کو شیخ حسام الدین سے ان کو قطب الاقطاب مدار السموات والارض الشیخ بدیع الدین مدار قدس سرہ سے ان کو شیخ عبد اللہ المکی سے ان کو شیخ خواجہ طیفور شامی سے ان کو امیر المومنین ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے جو کہ اول خلیفہ محمد ﷺ کے ہیں۔

سلسلہ فردوسیہ عمادیہ :۔ الشیخ محمد قدس سرہ سے ان کو شیخ قطب الدین بینا دل سر انداز غوثی قدس سرہ سے ان کو شیخ الکامل مخدوم شاہ حسین معز بلخی سے ان کو مولانا مظفر شمس الدین بلخی سے اور ان کو صاحب الکرامات والمقامات مخدوم الملک شیخ شرف الملت والحق والدین بن احمد یحییٰ منیری سے ان کو شیخ نجیب الفردوسی سے ان کو شیخ بدر الدین سمرقندی سے ان کو شیخ سیف الدین باخرزی سے ان کو شیخ الکبیر نجم الدین کبریٰ بغدادی سے ان کو شیخ ضیاء الدین عبد القاہر ابی نجیب سہروردی سے ان کو شیخ وجیہہ الدین ابی حفص عمر سہروردی سے ان کو شیخ عبد اللہ المعروف بہ عمویہ سے ان کو شیخ احمد اسود دینوری سے ان کو شیخ ممشاد الدینوری سے ان کو شیخ ابی القاسم سید الطائفہ

جنید البغدادی سے ان کو شیخ الاستاذ سری سقطی سے ان کو شیخ معروف کرخی سے آخر سلسلہ تک۔

سلسلہ سہروردیہ عمادیہ :۔ شیخ شمس الحق والدین شیخ بڈھن قدس سرہ سے ان کو رکن الحق والدین ابوالفتح مسکین سے ان کو شیخ صدر الحق والدین شیخ حاجی سے ان کو شیخ رکن الحق والدین زکریا القریشی سے ان کو شیخ صدر الحق والدین ابی الفضل محمد القریشی سے ان کو شیخ بہاء الحق والدین ابی البرکات زکریا القریشی سے ان کو شیخ شہاب الدین ابی عبداللہ عمر محمد السہروردی سے ان کو شیخ ضیاء الدین ابی النجیب عبدالقاہر السہروردی سے آخر سلسلہ تک۔

سلسلہ قادریہ عمادیہ :۔ سید السادات قطب العارفین قطب الاقطاب سید نجم الدین غزنوی سے ان کو سید نظام الدین الغزنوی سے ان کو سید مبارک غزنوی سے ان کو شیخ الشیوخ شہاب الملت والدین ابی عبداللہ عمر محمد سہروردی سے ان کو جناب شیخ الثقلین غوث الصمدانی محبوب السبحانی قطب ربانی سید محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سے۔

سلسلہ چشتیہ عمادیہ :۔ شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہ سے ان کو خواجہ معین الدین سجزی قدس سرہ سے ان کو شیخ عثمان الہارونی قدس سرہ سے ان کو شیخ حاجی شریف الزندنی قدس سرہ سے ان کو قطب الدین مودود چشتی قدس سرہ سے ان کو شیخ ابی یوسف چشتی قدس سرہ سے ان کو شیخ ابو محمد چشتی قدس سرہ سے ان کو شیخ ابی احمد چشتی قدس سرہ سے ان کو شیخ ابی اسحاق الشامی قدس سرہ سے ان کو شیخ ممشاد علوالدینوری قدس سرہ سے ان کو شیخ ہبیرۃ البصری قدس سرہ ۔ ان کو شیخ حذیفۃ المرعشی قدس

سرہ سے ان کو سلطان ابراہیم ادھم البلخی قدس سرہ سے ان کو شیخ فضل بن عیاض قدس
سرہ سے ان کو شیخ عبدالواحد بن زید قدس سرہ سے ان کو شیخ حسن بصری قدس سرہ سے
ان کو امیر المومنین علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

سلسلہ قلندریہ عمادیہ :۔ حضرت خضر رومیؒ سے ان کو شیخ عبدالعزیز مکی
رضی اللہ عنہ صاحب علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو نبی کریم محمد ﷺ سے

سلسلہ طیفوریہ عمادیہ :۔ سید جمال مجرد الساوجی سے ان کو سلطان بویزید
طیفور الشامی البسطامی سے ان کو امام جعفر صادق سے سلسلہ کی بنیاد تک۔

تاج العارفین حضرت شاہ محمد مجیب اللہ القادری القلندری قدس سرہ

مولانا نور الحقؒ اپنے ملفوظات میں لکھتے ہیں کہ بروز جمعہ گیارہویں ربیع الثانی
پیش از طلوع آفتاب ۱۰۹۵ھ کو آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کے والد حضرت میر
ظہور اللہؒ کا انتقال اس وقت ہوا جب آپ پانچ برس کے تھے۔ حضرت ظہور اللہؒ کی
شادی ہوئی تو پہلے آپ کے ایک لڑکی پیدا ہوئی وہ چند ماہ بعد انتقال کر گئی۔ اس لڑکی
کے مرنے کا آپ کے والد حضرت میر ظہور اللہ کو بہت صدمہ ہوا۔ حضرت لعل میاں
صاحب نے بہ رسم ماتم پرسی تشریف لا کر بہت نوازش و دلداری فرمائی اور فرمایا کہ
میاں ظہور اللہ دل خوش رکھو۔ میں نے خداوند کریم سے تمہارے واسطے دو فرزند کی
درخواست کی ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو دو فرزند عنایت کرے گا۔ ایک کو میں لوں گا دوسرا تم
کو دوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا کہ شاہ مجیب اللہؒ آفتاب طریقت ہوئے اور
دوسرے صاحبزادے محمد جار اللہ بہ عز و جلال مال و منال دنیاوی مشہور و معروف ہوئے

حضرت نورالحق فرماتے تھے کہ جس صبح کو ہمارے جدامجد پیدا ہوئے اسی رات کو حضرت لعل میاں بستر خواب پر تھے۔ دیکھا کہ آفتاب طلوع ہو کر بلند ہوا۔ جب بیدار ہوئے تو نصف شب باقی تھی پھر سو رہے تو اسی طرح دیکھا پھر اٹھے اور وضو کیا اور نماز تہجد ادا کی۔ بعد از آں مراقب بیٹھے اور اسی وضو سے نماز صبح ادا کی اور سلام پھیر کر ہنوز مصلے پر تھے کہ ہمارے جدِ امجد کے پیدا ہونے کی خوش خبری ملی۔ شاداں و فرہاں جد بزرگوار کے مکان میں تشریف لائے اور فرمایا کہ میاں ظہور اللہ تمہارا فرزند آفتاب ہے۔ لیکن یہ فرزند از آں ہمارا ہے۔ تمہارے واسطے دوسرا لڑکا خداوند کریم عطا کرے گا۔ بعد ازاں زنانہ مکان میں تشریف لے گئے اور ہمارے جدامجد کو دایہ کے ہاتھ سے لے لیا اور دائیں اور بائیں کانوں میں اذان و اقامت خود اپنی زبان سے کہی۔

چار پانچ برسوں کے بعد آپ کے والد نے انتقال فرمایا چنانچہ مولانا ممدوح لکھتے ہیں کہ حضرت تاج العارفین کی زبانی میں نے سنا فرماتے تھے کہ اپنے والد کی وفات کے وقت میں چھوٹا تھا شاید پانچ برس کی عمر ہو کہ صورت شباہت ان کی بالکل یاد نہیں مگر لوگوں کی زبانی سنا کہ بہت حسین و جمیل و خلیق تھے۔ اور مجھ کو خوب صرف اس قدر یاد ہے کہ جب جنازہ گھر سے باہر گیا تو سب لوگوں نے رونا شروع کیا۔ قوم کہار سے ایک غلام تھا اس نے مجھ کو اپنے کاندھے پر سوار کر کے روتا ہوا جنازہ کے پیچھے پیچھے مدفن تک لے گیا کہ پائیں مقبرہ امیر عطاء اللہؒ زیر بلندی چبوترہ مصلاً تھوڑا جانب مشرق واقع ہے۔ حضرت مجیب اللہ فرمایا کرتے تھے کہ شفقت پدری سے حضرت لعل

میاں کی زیادہ نوازش ہمارے حال پر تھی کہ لڑکپن سے تاحیات مجھ کو خود اپنی گود میں پرورش کی اور مجھ کو اور میاں نور الدین احمد مرحوم کو جو کہ حضرت کے دخترزادہ تھے ایک ہی جگہ پرورش کی۔ ایک ہی کمبل کے اندر دونوں کو سلاتے تھے۔ جو کچھ قرآن اور کتاب لڑکپن میں پڑھی آپ ہی سے پڑھی۔ جو کچھ حضرت نے مجھ کو پڑھایا وہ اپنے ہاتھ سے لکھ کر پڑھایا اور اکثر ہماری طرف دیکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں بوڑھا ہوا امید نہیں کہ تمہاری تربیت کر سکوں گا۔ خدا کرے کہ میاں عماد الدین ہماری زندگی میں آجائیں کہ تمہاری تربیت ان کے حوالے کروں اور اس عمر میں مجھ کو اطمینان حاصل ہو۔ غرض کہ حضرت میاں صاحب تشریف لائے تو آپ کو ان کے سپرد کیا۔ حضرت میاں صاحب کی شفقت آپ پر دن بدن زیادہ ہوتی گئی۔ آپ بھی رات دن ان کی خدمت میں حاضر رہے اور فضائل جمیع علوم صوری و معنوی آپ سے حاصل کرتے رہے۔ حضرت میاں صاحب کا معمول تھا کہ سالمین دو اربعین قلندریہ کھینچتے تھے اور تا ایام اربعین آپ کا سبق موقوف رہتا تھا۔ ایک سال ایسا اتفاق ہوا کہ تین اربعین متواتر کھینچا تو پڑھنے میں بہت حرج واقع ہوا۔ لہذا عرض کیا کہ مولوی صبیح الدین صاحب مجھ پر بہت شفقت کرتے ہیں اگر حکم ہو تو جب تک حضور کو اربعینات سے فراغت ہو ان سے سبق کے لئے رجوع کروں۔ فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ کسی کا حق تمہاری گردن پر رہے میں نے سکوت اختیار کیا۔

اس اثناء میں رئیس العالم قطب الاقطاب شاہ محمد مخدومؒ پڑھنے کے لئے بنارس تشریف لے گئے تھے واپس آئے۔ چونکہ لڑکپن سے ان کو آپ سے الفت تھی اس لئے بنارس لے جانے کے لئے بہت اسرار کیا۔ آپ نے کہا کہ میں لاچار

ہوں۔ حضرت میاں صاحب کی اجازت کے بغیر جا ہی نہیں سکتا ہوں۔ پس انہوں نے ایک روز حضرت مولانا وارث الانبیاء قدس سرہ کے اوصاف جمیلہ کا تذکرہ حضرت میاں صاحب کے حضور میں شروع کیا۔ حضرت میاں صاحب نے حضرت تاج العارفین کو فرمایا کہ اگر تم ہمت کر کے اس جگہ پہنچو تو بہتر ہے۔ پس آپ فوراً کھڑے ہو گئے اور تسلیمات بجا کر مستعد ہوئے اور تھوڑے دنوں میں شاہ محمد مخدومؒ کے ہمراہ بنارس پہنچے اور حضرت مولانا سید محمد وارث رسول نما قدس سرہ کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ آپ کے ساتھ الطاف و نوازش حضرت مولانا کی بہت تھی۔ کتاب ہدایہ کا سبق شروع کیا۔ حضرت محمد مخدوم ساتھ ہی پڑھتے تھے۔ اس زمانے میں حضرت سید محمد وارث رسول نما قدس سرہ کی درویشی کا کسی کو علم نہ تھا۔ ایک روز رویت النبی ﷺ کا تذکرہ تھا۔ حضرت تاج العارفین نے فرمایا کہ کون سی تدبیر کروں کہ خواب میں دولت دیدار سے مشرف ہوں۔ اس سخن سے حضرت رسول نماؒ خوش ہوئے اور رویت النبی ﷺ کا ایک عمل عنایت فرمایا۔ جب بموجب ارشاد عمل کیا تو خواب میں جمال آرائے آنحضرت ﷺ سے مشرف ہوئے جب بیدار ہوئے شکر خدا کا بجا لائے اور حضرت مولانا سید محمد وارثؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو روز یہ عمل کروں۔ مولانا نے فرمایا کہ ہمارے طریقہ میں آپ کے کشف جمال باکمال کا دوسرا طریقہ ہے جن سے ہمیشہ حضوری مجلس کی حاصل ہو۔ آنحضرت ﷺ کے نور میں آنکھیں ایسے فانی ہو جاتی ہیں کہ حق تعالیٰ کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔ یہ سن کر آپ کا شوق دوبالا ہوا لیکن دل میں خیال ہوا کہ حضرت میاں صاحب کی اجازت کے بغیر اس کام میں اقدام نہیں کرنا چاہئے۔ چنانچہ تذکرۃ الکرام میں ہے کہ آپ نے اس مضمون کی عرضی میاں

صاحب کی جناب میں ارسال کی کہ اگر اجازت ہو تو حضرت مولانا سید محمد وارثؒ سے علم معرفت کے حصول کی درخواست کریں۔ آپ نے اجازت دیدی۔ چنانچہ حضرت ممدوح نے رجوع کیا۔ چھ ماہ کے بعد وطن پہنچے اور اس واقعہ کو حضرت میاں صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ فرمایا کہ جان من حقوق استادی جناب مولوی صاحب تو تم پر لازمی ہو چکے یہ جو تم نے کہا دولت بے عدیل و نعمت بے نظیر ہے۔ ہرگز کچھ خیال نہ کرو اور کمر ہمت مردانہ وار باندھو اور جو کچھ ان سے حاصل کر سکو لو اور جو کچھ ہمارے پاس ہے تمہارے گھر میں ہے۔ مولوی صاحب تو رسول نما ہیں۔ جب دوسری دفعہ جناب مولانا کے حضور میں حاضر ہوئے تو کل کیفیت مولانا کے حضور میں عرض کی۔ حضرت مولانا نے کہا کہ ہاں وہ تو محبوب رب العالمین ہیں جو کچھ فرمائیں بجا ہے۔ غرض کہ اس تاریخ سے اپنے طریقے پر تعلیم دینا شروع کیا۔ معمول یہ تھا کہ مطالعہ کتاب کے بعد باقی اوقات میں شغل مراقبہ میں بسر کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بفضل تعالی و بتوجہ مرشدین کاملین تھوڑے عرصہ میں کہ زمانہ تیئیس (۲۳) برس کا گزرا ہوگا کہ جمیع مقامات سلوک طریقہ قادریہ، وارثیہ وغیرہ کو طے کیا اور چوبیس برس کی عمر میں علوم شرعی و درسی و معارف باطنی سے فارغ ہو کر خرقہ خلافت و شال طریقت حاصل کر کے وطن کو روانہ ہوئے اور بحکم مولانا سلسلہ قادریہ میں بیعت مسنون حضرت میاں صاحب کے ہاتھ پر حاصل کی۔ اس کے بعد حضرت میاں صاحبؒ نے اپنے بھائی شاہ ابو ترابؒ کی صاحبزادی سے جس کو انہوں نے متبنی کیا تھا آپ کی شادی کر دی اور طریقہ قلندریہ ارشاد فرمایا پس اس طور سے بفضل تعالی اور بہ توجہ ہر دو مرشدین کاملین اس طریقہ قلندریہ کو بھی تھوڑے عرصے میں حاصل کر لیا

اور اس عرصہ میں بقیہ کتب درسی بھی سبقاً سبقاً تمام کیا۔ چند دنوں کے بعد خرقہ خلافت و شال طریقت سلسلہ قادریہ قلندریہ ،سہروردیہ ،فردوسیہ ،طیفوریہ ،چشتیہ ،مداریہ ،جنیدیہ ،جمالیہ و قادریہ چشتیہ سے بھی سرفراز ہوئے۔ غرض کہ حضرت میاں صاحب نے آپ کو اپنا خلیفہ کل بنا کر تربیت بہ اذن مخصوص کے اپنے آپ کے حوالے فرمایا۔

لکھا ہے کہ طالب العلمی کے وقت آپ نے بڑی جفاکشی کی ہے۔ رات کو پڑھنے کے وقت جو نیند کا غلبہ ہوتا تو اپنے سر کے بالوں کو چھت میں باندھ دیتے اور فرش کے نیچے سبک زیرہ رکھ دیا کرتے اور اس پر بیٹھتے تھے اور تقلیل غذا اس قدر کیا تھا کہ ایک سیر آٹے کی ساٹھ روٹیاں پکتی تھیں اور تین روٹیاں آپ کو ملتی تھیں اس میں سے ایک روٹی خاکروب کو ایک روٹی خانقاہ کے سگ کو دے دیا کرتے اور کبھی کبھی ناغہ بھی کرتے تھے اور بہ پاس ادب سوار ہو کر بنارس میں نہ چلے۔ کمالات آپ کے از حد ہیں تفصیل اس کی تذکرۃ الکرام میں مندرج ہے۔ بعد وفات حضرت میاں صاحبؒ بارہ برس تک آپ نے خانقاہ داری کی جب حضرت شاہ غلام نقشبند قدس سرہ بالغ ہوئے تو آپ نے اپنی صاحبزادی کے ساتھ شادی کر کے سجادہ پر بٹھا کر خانقاہ کا انتظام ان کے سپرد کیا۔ جب ان کی پہلی بی بی نے قضا کی تو دوسری صاحبزادی کے ساتھ پھر ان کا عقد کر دیا۔ اس وجہ سے کہ حضرت غلام نقشبند آپ کے ذی النورین ہیں۔ آپ کے احوال تذکرۃ الصالحین میں درج ہیں۔ غرض کہ عمر شریف آنحضرت کی ترانوے برس کی ہوئی تو مرض موت لاحق ہوا۔ بتاریخ بستم جمادی الثانی بروز شنبہ ۱۱۹۱ھ مطابق ہفتم ماہ ساون ۱۱۸۴ فصلے قریب نصف النہار شاہ نور الحقؒ کی سورہ یٰسین پڑھنے کی نوبت پہنچی

بار بار بہ آواز بلند پڑھ کر سورۃ قاف شروع کیا آپ کو سننے سے وجد طاری ہوا اور دست مبارک کو زانو پر مارا۔ چشم حق بیں کو بہ سوئے اللہ بند کیا اور جاں بحق تسلیم ہوئے اور مقصود اصل کو پہنچے۔ ہر خاص و عام کی زبان پر انا للہ وانا الیہ راجعون جاری ہوا۔ مولف کتاب تذکرۃ الکرام لکھتے ہیں کہ آپ پر عنایت نبوی ﷺ کی از حد تھی کہ کمتر کسی اولیاء کو یہ دولت نصیب ہوتی ہے۔

آپ کو حضرت شاہ معیز الدین کرنجوی نے بھی سلسلہ قادریہ چشتیہ، مداریہ کی اجازت اور مولوی عتیق اللہ بہاری نے سلسلہ اثناء عشریہ کی اور سید ابو القاسم بہادر پوری نے سلسلہ نقشبندیہ کی اجازت بخشی۔ آپ کا مزار پر انوار بمقام پھلواری علیحدہ ایک احاطے میں خانقاہ کے دکھن جانب واقع ہے۔ اس پر حضرت شاہ علی حبیب قدس سرہ کا بہت بڑا گنبد بنوایا ہوا ہے۔ نقل ہے کہ انتقال کے وقت ایک زانو کھڑا رہ گیا تھا اور ایک سیدھا تھا وہ اسی طرح سے رہ گیا۔ جب غسل کے لئے باہر لائے تو ہر شخص کو حیرت تھی کہ پیر سخت ہو گیا۔ اب اس کا سیدھا ہونا مشکل ہے۔ غسل اور کفن کس طرح سے دیا جائے اتنے میں شاہ محمد کریم قدس سرہ نے بہ آواز بلند رو کر کہا کہ یا ولی اللہ پاؤں کو سیدھا کیجئے تاکہ غسل دوں۔ پاؤں فی الفور سیدھا ہو گیا۔ آپ نے تین صاحبزادوں کو چھوڑ کر انتقال فرمایا۔ پہلے محل سے شاہ محمد عبد الحق قدس سرہ اور حضرت شاہ عبد الحی قدس سرہ اور دوسرے محل سے حضرت شاہ نعمت اللہ قدس سرہ تھے۔ بعد انتقال سوال پیدا ہوا کہ آپ کا سجادہ نشین کس کو بنایا جائے۔ بڑے صاحبزادے حضرت شاہ عبد الحق چونکہ مرشد آباد میں قیام پذیر تھے اور وہاں کے لوگ ان کو آنے نہیں دیتے تھے۔ حضرت شاہ عبد الحی قدس سرہ نے سجادہ نشینی قبول نہ

فرمائی۔ لہذا حضرت شاہ عبد الحق قدس سرہ کا انتظار کر کے بروز چہلم حضرت شاہ نعمت اللہؒ کو حضرت شاہ عبد الحیؒ اور مولانا نور الحقؒ نے زیب خرقہ معرفت فرما کر حضرت شاہ مجیب اللہ کا سجادہ نشین قرار دیا۔ اب تک ان کی اولاد میں یہ سلسلہ جاری ہے اور قصبہ پھلواری میں وہ سجادہ و خانقاہ معروف و مشہور ہے۔ اور ربیع الاول کے مہینے میں بہت بڑا عرس وہاں ہوا کرتا ہے۔ آپ کے خلفاء بڑے نامی گرامی گزرے ہیں جن کا تذکرۃ الکرام میں تفصیل سے ذکر ہے۔

آپ کے خانقاہ شریف میں ہر مہینہ کی گیارہ تاریخ کو حضرت محمد ﷺ کے موئے مبارک کی زیارت ہوتی ہے۔ اور وہ موئے مبارک مقام سہار پرگنہ ارول ضلع گیا کے ایک سید صاحب نے حضرت تاج العارفین کو لا کر دیا تھا۔ جس روز یہ دولت بے بدل پھلواری شریف پہنچی اس سے قبل یعنی ۱۰ ربیع الاول ۱۱۷۶ھ کو حضرت شاہ میر عظمت اللہ قدس سرہ نے رات کے وقت خواب میں دیکھا کہ عرش کے نیچے نہایت دل کشا اور روشن ایک مکان ہے اس مکان میں آنحضرت ﷺ تشریف رکھتے ہیں اور آپ کے سامنے ایک ڈبہ ہے اس میں موئے مبارک ہیں۔ ان موئے مبارک کی زیارت کرائی اور اس کے بعد حضرت تاج العارفین کے حوالے کر دیا۔

شمس العارفین مخدوم شاہ غلام نقشبند محمد سجاد قلندر قدس سرہ'

آپ ۱۱۱۶ھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت شاہ ابو تراب قلندر قدس سرہ نے آپ کے سن پیدائش کا فقرہ تاریخ "شمع خاندان" نکالا ہے۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی قدس سرہ نے آپ کے والد ماجد حضرت محبوب رب العالمینؒ کو قبل ہی سے

آپ کی پیدائش کی بشارت دی تھی۔

حضرت شمس العارفین قدس سرہ' صاحب مقامات رفیعہ و حالات جلیلہ اور صاحب کشف و کرامات وولی مادر زاد ہوئے۔ آپ کا تذکرہ ماہ صفر ۱۳۳۲ھ کے رسالہ معارف میں بالتفصیل درج ہے، آپ بوجہ کم سنی اپنے والد بزرگوار حضرت محبوب رب العالمین کے دست حق پرست پر بیعت نہ کر سکے مگر ان کے فاتحہ چہارم کے روز ۲۳ جمادی الاول چہار شنبہ کے روز ۱۱۲۴ھ میں حضرت تاج العارفین نے آپ کی بیعت آپ کے والد کے سلسلہ میں لے کر آپ کو سجادہ عمادیہ پر بٹھادیا اور تعلیم ظاہری وباطنی میں ہمہ تن مشغول ہوگئے۔ چنانچہ بعد تکمیل مدارج و تحصیل علوم ظاہریہ وباطنیہ ۱۲/ شعبان ۱۱۴۵ھ اجازت عامہ و تامہ جمیع خاندان عمادیہ' وردودیہ و وارثیہ، اویسیہ و دیگر طریق عنایت فرما کر اپنا خلیفہ و مجاز کل بنادیا اور اجازت نامہ و شجرات پیران اپنے دست خاص سے لکھ کر دے دیا۔ آپ کی سجادہ نشینی کے بعد حضرت تاج العارفین نے اپنی دو صاحبزادیوں کو یکے بعد دیگرے بیاہ دیا۔ باوجودیکہ آپ حضرت تاج العارفین کے داماد اور شاگرد و مرید تھے بوجہ سجادہ نشینی حضرت محبوب رب العالمین، حضرت تاج انعارفین آپ کی بہت تعظیم و توقیر کیا کرتے تھے۔ حق آگاہ و معارف دستگاہ جیسے معزز القاب سے یاد فرمایا کرتے تھے۔

آپ نے بچپن ہی سے معمولی لڑکوں کی طرح کھیل کود میں اپنا وقت ضائع نہ کیا اور امراء و سلاطین کی صحبت اور ان سے ملنے سے ہمیشہ احتیاط رکھتے تھے۔ حتی کہ شاہ عالم بادشاہ نے جب آپ سے ملنے کی درخواست کی تو آپ نے خلوت کا دروازہ بند کر لیا اور نہ ملے۔ خوارق و کرامات آپ سے بہت ظہور میں آئے۔ اکثر اوراد واذکار واشغال

خاندان مجیبیہ میں آپ ہی کی معلومات سے ہیں جو اس وقت تک اسی خاندان میں جاری ہیں۔

آپ کی وفات سیوم ماہ ذیقعدہ کو بعد انقضائے نصف شب ۱۱۷۳ھ کو ہوئی۔ مزار مبارک پھلواری میں پائیں مزار اقدس حضرت محبوب رب العالمینؒ بر چبوترہ دیگر واقع ہے۔ آپ کی اولاد ذکور میں سے کوئی نہ رہا۔ صرف دو صاحبزادیاں تھیں جن میں بڑی صاحبزادی آپ کے جانشیں قطب وقت حضرت نور الحق ابدال اور چھوٹی حضرت شمس الدین ابو الفرح بن شاہ عبد الحق قلندر بن حضرت تاج العارفین قدست اسرارہم سے بیاہی گئیں (۱)۔

قطعہ تاریخ وفات از حضرت محی السالکینؒ

کیوں نہ ہم آنسو بہائیں آج سونی ہو گئی	خانقاہِ حضرتِ محبوبِ رب العالمین
قطب عالم حضرت شاہ غلام نقشبند	سر سے پا تک صورتِ محبوبِ رب العالمین
کر گئے دنیا سے رخصت جانئیے گویا ہوئی	پھر دوبارہ رحلتِ محبوبِ رب العالمین
موت کو کیا ایسی جلدی تھی نہ آیا ٹک ترس	لوٹ لی یوں دولتِ محبوبِ رب العالمین
آج سجادہ ہے خالی اور ویراں خانقاہ	گل ہے شمع تربتِ محبوبِ رب العالمین
کیا بتائیں آہ زیر مرقد پر نور آج	ہو گئی کیا کیفیتِ محبوبِ رب العالمین
کہہ تپاں خستہ یہ مصرع پے سال وصال	ہائے یوسف طلعتِ محبوبِ رب العالمین

---

(۱) حضرت شمس العارفین کا تفصیلی تذکرہ مختار صاحب کی کتاب "تذکرۃ الصالحین" میں درج ہے۔

حضرت محی السالکین مخدوم شاہ محمد نورالحق ابدال قلندر متخلص بہ تپاں قدس سرہ۔

آپ تاج العارفین کے بڑے پوتے یعنی حضرت مخدوم شاہ عبدالحق قدس سرہ کے صاحبزادے تھے۔ جمادی الثانی کے مہینے میں جمعرات کے دن تیسرے پہر کو ۱۱۵۶ھ میں آپ عالم حدوث میں تشریف لائے۔ آپ پر لڑکپن ہی سے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و نوازش تھی۔

آپ نے علوم درسیہ اپنے والد ماجد اور جد بزرگوار سے اور اپنے پھوپھا ملا وحیدالحق ابدال پھلواری قدس سرہ سے پڑھے اور سترہ برس کی عمر میں ۱۴ ر رمضان المبارک کو بیعت تعلیم، علوم باطنیہ اپنے جد بزرگوار حضرت تاج العارفین سے حاصل فرمائی۔

حضرت شمس العارفین مخدوم شاہ غلام نقشبند قدس سرہ کی وفات کے بعد ان کے چہلم کے روز ۶ر ذیقعدہ بروز پنج شنبہ ۱۱۷۳ھ کو حضرت تاج العارفین نے جمیع طرق و سلاسل کی اجازت عامہ و تامہ دے کر اور خرقہ حضرت محبوب رب العالمین پہنا کر آپ کو حسب بشارت مختلفہ سجادہ عمادیہ پر بٹھادیا۔ اس واقعہ کو حضرت شاہ وحیدالحق ابدال پھلواروی قدس سرہ نے مع مصرعہ تاریخ یوں نظم فرمایا ہے۔

قطعہ

آں عزیز زمانہ نورالحق — پاک دل پاک ذات پاک نہاد

جدد ہم پیر او نشانیدش — سر سجادہ جناب عماد

سنہ اش ایں دعا جو کہ" ازو خانقاہ قلندری آباد"

۱۱۷۳ھ

آپ کو شہر عظیم آباد پٹنہ کی قطبیت کے علاوہ خدمت ابدالیت بھی ملی تھی جیساکہ حضرت شاہ عظمت اللہ قدس سرہ ساکن سائیں ہرلا کے ایک مکتوب سے ظاہر ہے۔بارگاہ رسالت میں آپ کی رسائی ایک امتیاز خاص کے ساتھ تھی۔استخارہ اور دریافت امور مخفیہ میں آپ کو ید طولی حاصل تھا۔آپ کا خواب کبھی غلط نہ ثابت ہوا۔حضرت امیرالمومنین علی مرتضٰی کرم اللہ وجہ سے آپ کو ارادت خاص تھی۔جس کی وجہ سے اس بارگاہ میں بھی آپ کو خصوصیت کے ساتھ شرف باریابی حاصل تھا۔

بارگاہ حضرت غوث الثقلینؒ میں آپ کو غلو ارادت تھا کہ عموماً جو باتیں اور اور ادو اذکار واشغال وغیرہ کے اقسام سے آپ دریافت یا استمداد فرماتے تھے تو اسی بارگاہ کے ذریعہ سے یا اگر زیادہ اہم کام ہوا تو بارگاہ مرتضوی سے دریافت فرماتے تھے۔حضرت تاج العارفینؒ کو حضرت شمس العارفین کے بعد آپ کی معلومات و مکاشفات پر جس قدر اعتماد تھااور کسی کی معلومات پر نہ تھا۔یہی وجہ ہے کہ تمام خاندان مجیبیہ میں حضرت تاج العارفین کے عہد کے جس قدر معلومات و مکاشفات ہیں یاتو خود حضرت تاج العارفین کے ہیں یا شمس العارفین کے یا آپ کے الاماشاء اللہ۔چنانچہ اس وقت تک اکثر نوافل واعمال واذکار آپ کی معلومات سے خاندان مجیبیہ میں دائر سائر ہیں۔آپ ظاہری وجاہت و صباحت میں یکتا تھے۔بڑے فصل قد اور خوبصورت تھے۔مجلس میں معلوم ہوتا کہ شیر بیٹھا ہے۔آپ کا فن شاعری سے فطری تعلق

تھا۔ چنانچہ کسی استاد کی مدد کے بغیر آپ فارسی میں زیادہ اور عربی اور اردو میں تھوڑا بہت برابر شعر کہتے تھے۔جو کچھ کہتے وہ بہت خوب کہتے تھے۔ آپ تپاں تخلص کرتے تھے۔ آپ کے عنفوان شباب میں آپ کا کلام کسی نے حزیں اصفہانی کو بنارس جا کر دکھایا۔اس نے ان اوراق پر لکھ دیا کہ در ہما تا کہ کلام خوب است و برخے مرغوب امالوئے پیرزادگی می آئید۔ پیرزادگی کا گمان اس کو اس سبب سے ہوا کہ اکثر اشعار میں تصوف کا رنگ اس قدر تھا کہ کلام سے کلیم کا پتہ چل جانا دشوار نہ تھا۔ خصوصاً ایک کہنہ مشق استاد فن کے لئے اس فن میں بھی متعدد شاگرد تھے جن میں حضرت شاہ ابوالحسن فردالاولیاء قدس سرہ صاحب دیوان فرد سب سے زیادہ ممتاز گزرے ہیں۔(۱)

آپ کا کلام دو ضخیم کلیات میں مرتب ہے اس کے علاوہ ایک ضخیم کتاب تبلیغ الحاجات الی مجیب الدعوات مجموعہ اعمال و تعویذات و اصول فن تکسیر و جفر اور کتاب انوار طریقت فی اظہار الحقیقتہ جس میں اذکار و اشغال جمیع طریق خاندان مجیبیہ عمادیہ ،وارثیہ وغیرہ کا تفصیلی بیان ہے اور اکثر اس طریقے کے بزرگوں کے مختصر تراجم دست خاص سے لکھے ہوئے کتب خانہ خانقاہ عمادیہ میں موجود ہیں۔ آپ کو لکھنے کا بڑا شوق تھا۔ اکثر کتابیں آپ کے دست خاص سے لکھی ہوئی موجود ہیں۔

حضرت تاج العارفین نے اپنے عہد میں دو شاخوں کی بنیاد ڈالی تھی۔ یعنی آپ نے حضرت محی السالکین شاہ نورالحق قدس سرہ کو تو اپنے عہد میں مجاز و خلیفہ کل بنا کر خرقہ و عصا و تسبیح و مصلا عنایت فرما کر سجادہ عمادیہ پر بٹھا دیا اور سلسلہ کے اجراء کی صورت قائم کر دی۔ مگر سوچا کہ اب حضرت مولانا رسول نما بنارسی قدس سرہ کا سلسلہ کیونکر جاری ہو تو اپنے صاحبزادے حضرت شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہ کو اس سلسلے

(۱) خانقاہ کے بزرگوں نے رشد و ہدایت اور تبلیغ و ترویج اسلام کے علاوہ فارسی اور اردو شعر و ادب کی بھی بھرپور خدمت کی ہے۔ اردو شاعری اور نثر نگاری میں ان بزرگوں کی خدمات کا ذکر مختلف تحقیقی مقالوں کے علاوہ مندرجہ ذیل کتابوں میں تفصیل سے ملتا ہے۔(۱) بہار میں اردو زبان و ادب کا ارتقاء۔ ڈاکٹر اختر اورینوی (۲) تذکرہ مسلم شعرائے بہار۔ حکیم احمد اللہ ندوی (۳) صوفیائے بہار اور اردو۔ پروفیسر معین الدین دردائی

میں بیعت لے کر خلیفہ و مجاز کل بنا دیا۔ مگر حضرت تاج العارفین کے اس خیال کو سوائے حضرت نورالحق کے کوئی نہیں سمجھا۔ یہ وجہ ہوئی کہ حضرت شاہ مجیب اللہ کے بعد حضرت محی السالکین مولانا شاہ نورالحقؒ نے اپنے والد ماجد حضرت مخدوم شاہ محمد عبدالحق قطب قدس سرہ کی تشریف آوری کا انتظار تک نہ کیااور اجماع کر کے حضرت شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہ کو حضرت تاج العارفین کے سجادہ پر بٹھادیا کیونکہ اس وقت موجودین میں سے خاندان میں سب سے بڑے یاتوشاہ عبدالحی قدس سرہ تھےیا حضرت شاہ نورالحق تھے۔ آپ گرچہ رشتے میں بھتیجے تھے لیکن اپنے چچاحضرت شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہ سے چار برس بڑے تھے۔ چنانچہ آج تک حضرت شاہ عمادالدین قلندرؒ کے سلسلے کا اجراء زیادہ تر اسی خانقاہ عمادیہ پٹنہ سے ہو رہاہے۔ ہاں اگر کوئی یہاں حضرت مولانا کے سلسلے کا طالب آجائے یاوہاں کوئی حضرت محبوب رب العالمین کے سلسلے کا طالب آجائے تو معاذاللہ کسی کو اس سلسلہ مطلوبہ کے اجرامیں اغماض نہ ہوگا۔ کیونکہ اجازت تو ہر جگہ دونوں ہی کو ہے دونوں ایک ہی درخت کی دو شاخیں ہیں۔

حضرت شاہ نور الحق کے دو خلیفہ اجل و اکمل ہوئے۔ حضرت مولوی و معنوی مولاناشاہ حافظ محمد وجیہ اللہ صاحب قدس سرہ جو آپ کے خواہر زادہ تھے اور غوث الدہر حافظ قرآن و الصحیحین قطب الاقطاب مجدد الطریقہ مولانا حافظ شاہ محمد ظہورالحقؒ جو حضرت شاہ نورالحقؒ کے صاحبزادے تھے۔ حضرت مولاناشاہ وجیہ اللہ قدس سرہ نے حضرت محی السالکین کی حیات میں ہی وفات پائی۔ اس لئے ان سے اجرائے طریقہ زیادہ نہ ہوسکا۔ آخر عمر میں آپ نے حضرت غوث الدہرؒ کو جب پوری طرح قابل و لائق پایا تو تمام سلاسل کی اجازت و خلافت دے کر انہیں سجادہ عمادیہ پر

بٹھادیا اور خود سجادہ سے الگ ہوگئے۔ یہ واقعہ بستم جمادی الاول ۱۲۱۱ھ بروز عرس حضرت عماد الدین قلندر ہوا۔ حضرت شاہ نورالحق قدس سرہ کی وفات ۴؍ شعبان کو سہ شنبہ کے دن ۱۲۳۳ھ کو ہوئی۔ مزار مبارک قصبہ پھلواری میں حضرت مجیب رب العالمین کے والد شاہ برہان الدین قدس سرہ کے مزار سے پورب میں ہے۔

حضرت غوث الدہر مولانا حافظ شاہ محمد ظہورالحق محدث قدس سرہ

آپ حضرت شاہ نورالحقؒ کے خلف الصدق تھے۔ ۲۷؍ محرم الحرام ۱۱۸۵ھ کو دو شنبہ کے دن چاشت کے وقت رونق افروز عالم حدوث ہوئے۔ آپ نے قرآن شریف از اول تا آخر کمسنی میں اپنے جد اعلیٰ حضرت شاہ مجیب اللہؒ سے پڑھا۔ حضرت شاہ مجیب اللہؒ آپ کو اس قدر پیار کرتے تھے کہ کبھی ایک لمحے کے لئے بھی اپنی نگاہوں سے جدا نہ فرماتے تھے۔ حتی کہ جب آپ چلنے پھرنے لگے تو حضرت تاج العارفین رات کے وقت بھی اپنے ہی ساتھ آپ کو سلانے لگے۔ آپ کے بغیر کبھی کوئی چیز تناول نہ فرماتے تھے۔ حضرت شاہ مجیب اللہؒ کی وفات کے چند ماہ قبل کا واقعہ جناب مولانا شاہ محمد سلیمان پھلواری نے اپنے بڑے ماموں مولوی شاہ نعمت مجیبؒ کی روایت سے بیان فرمایا کہ حضرت شاہ مجیب اللہؒ اس وقت بوجہ کبر سنی کے اس قدر مجبول ہوگئے تھے کہ بغیر کسی مدد کے بدقت کھڑے ہوتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت شاہ مجیب اللہؒ تنہا بیٹھے ہوئے تھے اور شاہ ظہورالحق جو اس وقت کل چھ برس کے تھے چند قدم آگے کھڑے تھے کہ حضرت شاہ مجیب اللہؒ نے اٹھنے کا قصد کیا مگر چونکہ اس وقت کوئی ایسا شخص نہ تھا کہ اس سے مدد کے لئے فرماتے اس لئے بدقت اٹھنے لگے یہ دیکھ کر فوراً

حضرت ظہور الحق نے دوڑ کر حضرت شاہ مجیب اللہ کے بغل میں ہاتھ دے کر مدد کرنا چاہی۔ شاہ مجیب اللہ کو آپ کی اس سراپا سعادت اور بھولے پن پر بہت ہنسی آئی۔ کچھ لوگ جو اسی مکان میں دوسری طرف تھے ہنسی کی آواز سن کر دوڑے ہوئے آئے۔ حضرت شاہ مجیب اللہ نے پورا واقعہ بیان فرمادیا اور حضرت ظہور الحق کو گلے لگا کر اور لپٹا کر خوب پیار کیا اور بہت بہت دعائیں دیں اور دیر تک بارگاہ صمدیت میں ہاتھ اٹھا کر آپ کے لئے دعائیں مانگتے رہے۔

آپ نے درسیات کی ابتدائی کتابوں سے لے کر متوسطات تک اپنے والد بزرگوار حضرت محی السالکین مولانا محمد نور الحق سے پڑھیں بقیہ کتابیں ملا جلال الدین ساکن ڈہری مقیم پٹنہ عظیم آباد سے پڑھ کر ۱۲۰۰ھ میں سولہ برس کی عمر میں فاتحہ فراغ حاصل کی اور ۱۲۱۷ھ میں قرآن حفظ فرمالینے کے بعد ۱۲۲۱ھ میں حصن حصین حفظ فرمائی اور پھر حسب بشارت وارشاد حضرت عماد الدین قلندر جس سے بذریعہ رویا آپ مشرف ہوئے تھے۔ ۱۲۳۰ھ میں آپ نے صحیح بخاری و صحیح مسلم دونوں ہی کے حفظ سے فراغت پائی۔

چونکہ آپ کو علم حدیث کی طرف شغف خاص تھا باوجودیکہ حضرت ملا جلال ڈہری سے سند حدیث تھی ہی آپ نے بذریعہ خط سلطان المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز علامہ دہلوی سے سند حدیث طلب کی۔ انہوں نے چند سوالات بخیال دریافت لیاقت علمی و حال استعداد لکھ کر بھیجے۔ آپ نے ان کل سوالوں کے مدلل جوابات لکھ کر ارسال خدمت فرمائے۔ جنہیں دیکھ کر حضرت علامہ دہلوی پھڑک گئے اور فوراً سند احادیث لکھ کر بھیجدی۔ اس وقت حضرت دہلوی کے بعض خطوط حضرت

غوث الدہر کے نام موجود ہیں جن میں حضرت علامہ نے آپ کو بڑے بڑے القاب سے یاد فرمایا ہے۔ جیسے "صاحبزادہ عالی مرتبت۔ مجمع فضائل و مناقب۔ جلالتہ الاکابر والاماجد۔ نتیجہ ارباب المحاسن والمحامد۔ ذوالمجد والمعالی۔ بہجتہ الایام واللیالی" وغیرہ۔ علم قرات و تجوید میں بہت بڑے یگانہ روزگار تھے۔ آواز ایسی خوش آئند نہ تھی مگر آپ نے بڑی کوشش بلیغ سے آواز کو اس طرح درست کیا کہ جب آپ بہ آواز بلند قرآن شریف تلاوت فرماتے تھے تو راہ کے راہی تک بے اختیار سننے کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ آپ کی بیعت ۱۲۰۰ھ میں ہوئی اور ۲۰ر جمادی الاول ۱۲۱۱ھ کو بوقت مجلس عرس حضرت محبوب رب العالمین آپ کو آپ کے والد ماجد محی السالکین مولانا شاہ محمد نور الحق نے اجازت و خلافت و عصاء تسبیح و مصلا دے کر بہ حضور جمیع المشائخ قرب وجوار سجادہ محبوب رب العالمین پر بٹھا دیا۔ اس وقت آپ کی عمر چھبیس برس کئی ماہ کی تھی۔ چونکہ ابتداء ہی سے آپ کے علم و فضل ظاہری و باطنی کا شہرہ بہت تھا۔ اس وجہ سے آپ کی سجادہ نشینی کے ساتھ ہی زیادہ تر لوگ آپ سے رجوع کرنے لگے۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے رؤسا، امراء، علماء و صلحا نے آپ کی طرف رجوع کیا۔ پٹنہ کے بہت بڑے رئیس راجہ جھاؤلال جن کے نام سے آج تک پٹنہ میں محلّہ جھاؤگنج مشہور ہے آپ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئے اور ملا غلام ثامن جو بہت بڑے منطقی اور علامہ روزگار تھے۔ اور صوبہ بہار کے کسی عالم کو اپنی نگاہ میں نہیں لاتے تھے عقائد میں دہریت آگئی تھی۔ آپ سے دو چار ہی باتوں میں ایسے گرویدہ ہو گئے کہ جب تک زندہ رہے خانقاہ عرفاں پناہ کا آستانہ نہ چھوڑا۔ اسی طرح سینکڑوں اولعزم بزرگوں نے آپ کی طرف رجوع کیا اور روز بروز اس میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ یہ بات بعض ناعاقبت

اندیش لوگوں کو گراں گزری جس کی وجہ سے بعض کینہ پروروں نے آپ کو ایذا دینی شروع کیں ان مصائب اور تکالیف کو بیس برس تک آپ نے بڑے تحمل اور استقلال اور صبر کے ساتھ سہ لیا۔ جب دیکھا کہ اب تحمل سے باہر اذیتیں دی جارہی ہیں تو آخر ترک وطن کا مستقل ارادہ کرلیا۔ اور ۱۲۳۰ھ میں ہجرت کر کے پھلواری سے پٹنہ عظیم آباد چلے آئے۔ حضرت شاہ نعمت اللہ قدس سرہ کو جب آپ کے تشریف لے جانے کی خبر معلوم ہوئی تو وجہ دریافت کرنے کے بعد بہت روئے اور اپنے ان ناعاقبت اندیش لوگوں سے فرمایا کہ لو اب میں خلوت اور خانقاہ چھوڑ کر ترک وطن اختیار کرتا ہوں۔ چنانچہ سامان سفر مہیا کرنے لگے۔ لوگوں نے عرض کی کہ پہلے صاجزادوں کو ارشاد ہو کہ یہ لوگ ان کو منا کر لے آئیں۔ بہت ممکن ہے کہ پھر چلے آئیں۔ چنانچہ حضرت شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہ نے حضرت شاہ ابوالحسن فرد وغیرہ اپنے کل صاجزادوں کو حضرت شاہ ظہور الحقؒ کی خدمت میں بھیجا اور اپنی طرف سے یہ پیغام بھیجا کہ آپ نہ آئیں گے تو اکیلے میں بھی اس بستی میں نہ رہوں گا۔ اگرچہ حضرت ظہور الحق بہت کبیدہ خاطر تھے مگر آپ کا دل بے کینہ حضرت شاہ نعمت اللہ قدس سرہ کے ان محبت بھرے الفاظ کو سن کر چین سے کیونکر رہ سکتا تھا۔ غرض آپ حضرت شاہ نعمت اللہ قدس سرہ کے پاس آکر ان کو گھر میں رہنے کی قسمیں دے کر اور اپنے متعلق معذرت کر کے چلے آئے۔ اس زمانے سے خانقاہ عمادیہ پٹنہ میں ہے اور خانقاہ مجیبیہ وارثیہ پھلواری ہی میں رہی اور اب بھی ہے۔ علم مناظرے کا آپ کو بہت شوق تھا برابر اپنے مناظروں میں حق بجانب اور اپنے حریف پر غالب رہے۔ آپ کے اکثر مناظرے اب تک موجود ہیں۔ آپ کو تصنیف کا بہت شوق تھا۔ آپ کی تصانیف کی تعداد سو تک

پہنچ چکی ہے جن میں سے اکثر کتابیں تو خانقاہ کے کتب خانے میں موجود ہیں۔چند کتابوں کے نام درج کرتا ہوں جو پوری فہرست نہیں ہے۔

"تسویلات الفلاسفہ۔رد فلاسفہ بہ دلائل عقلیہ بہ زبان عربی۔اعیان در منطق۔یہ کتاب اپنے رنگ میں بالکل نئی ہے۔سراپا جدت ہے محض کم سنی یعنی گیارہ برس کی عمر میں لکھی گئی بہ زبان عربی۔فیوض الھامیہ در تصوف بہ زبان عربی۔عجیب پاکیزہ کتاب ہے۔قابل دید ہے۔تنویرات بہ زبان فارسی۔النہی عن المنکر۔بیان نہیات شرعیہ اوامر جمیع احکام شرعیہ در فقہ بہ زبان فارسی۔معاصم المائم بہ زبان فارسی در اقسام گناہان۔نہایت مدلل اور قابل دید ہے۔یہ کتاب ترجمہ کے ساتھ چھپ چکی ہے۔رسالہ کسب النبی۔دربیان پیشہ ہائے انبیاء علیہ السلام۔نصح نصیح در فن حدیث وغیرہ۔

آپ خوش نویس بھی تھے اور شعر و سخن سے ذوق و شوق تھا۔عربی و فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں بہت خوب فرماتے تھے۔چند اشعار تبرکاً درج کئے جاتے ہیں(۱)

کوئے تو ہر شب پناہ من است
آستان تو تکیہ گاہ من است
پائے من بود پر ز آبلہا
خار راہ طلب گواہ من است
من در آئینہ تو عکس تو ام
لاجرم سوئے تو نگاہ من است

(۱)ایک دیوان بھی آپ کا بدست خاص لکھا ہوا موجود ہے۔ظہور آپ کا تخلص ہے۔تذکرۃ الصالحین از مولوی حبیب اللہ مختار

در ره کج روان ظهور مرد
جاده مستقیم راه من است

ایک رسالہ عجالہ نافعہ جو سند حدیث میں ہے۔ حضرت سلطان المحدثین دہلوی کا بھیجا ہوا آپ کی خدمت میں پہنچا جس پر یہ عبارت آپ نے اپنے دستخط مع ایک خواب تحریر فرمایا ہے واھو اہذا۔

"تھا میں کرتا بذریعہ خط ایک اجازت اور سند پس خبر پائی میں نے کہ اس جناب نے شروع کیا واسطے تصنیف اس رسالہ بزرگ کے بس اس حالت میں کہ میں غمگین تھا۔ بیچ طول مدت عدم وصولی رسالہ مذکور کے پس ناگاہ میں ایک رات مبارک میں دیکھا رسول اللہ ﷺ کو کہ لکھا طرف میرے ایک خط اوپر کاغذ طویل کے عمدہ خط میں ساتھ عبارت مسجع متینہ طویلہ کے ابتداء اس خط کی یہ ہے۔ اذا فزت یعنی جس وقت گھبراوے تو بے حدیث کے مطلب میں میری حدیثوں یا کسے ذکر یا فکر یا سلسلہ میں سلاسل سے بیعت کے یا کہ کسی کلمہ میں کلمات خیر سے۔ پس میں اجازت دیتا ہوں تجھ کو واسطے پہنچانے اس کے ہر اس شخص کہ جانتا ہے مصلحت دین کے پہنچانے میں اس کی طرف لوگوں کے ساتھ رعایت رکھنے احتیاط اور شروط کے بس جب صبح کو اٹھا میں تعریف کی اللہ جل شانہ کی اور شکر اس کا ادا کیا اس بات پر اور خبر دی میں نے اس خواب کی اپنے دوستوں کو پھر پہنچا طرف میری یہ رسالہ گویا کہ وہ تھا واسطے غیر کے اور تھا میں خبر دیتا اس بات کی کہ وہ واسطے میرے ہے اور مانگا تھا میں نے اجازت اربعین اور اسانید صحاح ستہ کے اور سنن ابن ماجہ اور حصن حصین اور مشکواۃ کی اور قبول اس

جناب کا وقت بھیجنے رسالہ کے طرف میری یہ تھا کہ یہ اجازت میری ہے طرف تمہاری پس تعریف ہے واسطے اللہ کے اور ثناء"۔

اپنا ایک اور خواب حضرت شاہ ظہور الحقؒ نے بہ عبارت عربی تحریر فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

"اپنے والد ماجد کے ساتھ میں نے بتاریخ ۱۴ر شوال ۷ ۱۲۴ھ کو خواب میں دیکھا کہ میں نے مدینہ منورہ کا سفر رسول اللہ ﷺ کے زیارت کے لئے کیا۔ اور میں نے زیارت کی اور ہم ایک مسجد حسنی کے صحن میں ہیں جو جنوباً شمالاً ہندوستان کی مسجدوں کی طرح ہے اس کے تین دروازے مشرق کی جانب ہیں اور قبے اس کے ہیں۔ اور گویا تھوڑی رات جاچکی تھی کہ رسول اللہ ﷺ اس مسجد میں تشریف لائے اور اس مسجد کے چراغ میں اشتعال دے رہے ہیں اور فرمارہے ہیں ظہور الحق اور نور الحق کو خدا بخش دے اور ان دونوں کے دشمنوں پر لعنت کرے۔ پھر جب صبح ہوئی تو ہم دونوں کو ہماری بستی پھلواری کی طرف۔ رسول اللہ ﷺ نے رخصت کیا اور مجھے ایک جبہ اور جنت کی آس کا ایک عصاء جو حضرت آدم علیہ السلام کے عصاء کے مانند تھا دیا۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام سے لیا تھا۔ اور ان کے لئے ایک کھلی دلیل ہو۔ اور یہ جبہ اور عصاء گویا وہ تھا جسے ہم نے حضرت تاج العارفین سے وراثتاً پایا تھا اور مجھے عصاء اور جبہ اس رات کو دیا گیا تھا۔ جس رات میں حضرت محبوب رب العالمین کے سجادہ پر بیٹھا تھا۔ پس جب ہم لوگ اپنی بستی کی طرف آئے تو ایک گروہ ہم دونوں کے پاس خوش خبری دیتا ہوا آیا جن میں سے ایک میرے بھائی مولوی شاہ وجیہ اللہؒ تھے۔

تعبیر خواب

یہ وہ خواب تھا جو حقاً و صدقاً دکھایا گیا اور میں اس کی تعبیر یوں کہتا ہوں کہ مسجد کے چراغ کو آنحضرت ﷺ کا اشتعال دینا جو کہ ہندوستان کی مسجدوں کی طرح تھی ۔ آنحضرت ﷺ کے اس قول سے یہ مراد ہے کہ انشاء اللہ خدا آنحضرت ﷺ کے اس نور سے ہندوستان کو روشن کرے گا جو ہمارے دلوں میں ہے ۔ اور آنحضرت ﷺ کا جبہ اور عصاء دینے کا یہ مطلب ہے کہ انشاء اللہ خدا مجھے آنحضرت ﷺ کا وارث بنائے گا اور میری مدد کرے گا۔ جیسا کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کے گروہ پر نصرت دی تھی اور گویا رسول اللہ ﷺ نے مجھے حضرت محبوب رب العالمین کے سجادہ پر بیٹھنے کی اجازت دی۔ واللہ اعلم بالصواب"۔

آپ کی آنکھیں ایسی پر اثر تھیں کہ جس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے وہ بے ہوش ہو جاتا اس لئے ہمیشہ نیچی نگاہیں رہتی تھیں۔ نقل ہے کہ ایک روز مراقبہ میں بیٹھے تھے کہ حضرت تپاں حجرے سے باہر نکل آئے اور آپ کے چہرے پر چادر ڈال دی اور آپ کو اٹھا کر ایک درخت کے نیچے کھڑا کر دیا اور چادر چہرے سے اٹھائی۔ آپ نے اس درخت کی طرف پھونکا۔ اس درخت کی پتیاں فوراً گر گئیں اور درخت خشک ہو گیا۔ اس وقت حضرت تپاں نے فرمایا کہ اگر اس وقت کوئی آدمی سامنے آتا تو فوراً گر جاتا اس وجہ سے میں نے ان کو درخت کے نیچے جا کھڑا کیا۔ مجلس سماع میں کسی کی مجال نہ تھی کہ ان سے معانقہ کر سکے۔

آپ کے خلافت نامے میں شاہ وجیہ اللہؒ اور آپ کو مثال پیران لکھ کر عنایت کیا گیا۔ اور اجازت کل طریقہ عمادیہ وارشیہ و معزیہ و قاسمیہ و عتیقیہ آپ کو حاصل ہوئی۔

آپ کے شاگرد بہت تھے۔ منجملہ ان کے چار اشخاص کا نام لکھتا ہوں جنہوں نے اس خانقاہ میں رہ کر علم حاصل کیا اور بڑے بڑے عہدوں پر مامور ہوئے۔ ایک مولوی خیرات علی مرحوم ڈپٹی کلکٹرڈمری۔ دوئم ڈپٹی واجد حسین سکریچہ۔ سوئم مولوی فضل امام بہار۔ چہارم مولوی عالم علی سرشتہ دار کمشنری مقام بھاگل پور۔ ان لوگوں کی دولت اب تک قائم ہے اور خاندان ان لوگوں کا مشہور ہے۔

آپ کے پانچ صاجزادے تھے اول مولانا حافظ شاہ محمد نصیر الحقؒ دوئم مولوی حافظ قاری شاہ احمد ظہیر الحقؒ سوئم مولانا شاہ علی امیر الحقؒ چہارم مولانا شاہ سفیر الحق پنجم مولوی حافظ فقیر الحقؒ اور مولوی محمد صفی ابن مولوی شاہ وجیہ اللہ کی بھی مثل فرزند تربیت کی اور وہ بہت بڑے عالم ہوئے۔ چنانچہ مولانا نے ایک نظم میں اپنے کل لڑکوں کی تاریخ ولادت لکھی ہے۔ اس میں ان کو بھی فرزندوں میں شمار کیا ہے۔

آپ کی وفات ۱۶؍ ذیقعدہ ۱۲۳۴ھ بروز سہ شنبہ ڈیڑھ پہر دن چڑھے ہوئی۔ اور دو گھڑی دن رہے بمقام پھلواری دفن ہوئے۔ مزار مبارک حضرت شاہ نورالحقؒ کے مزار کے پہلو میں بہ جانب پورب واقع ہے۔

حضرت غوث الدہرؒ کو چونکہ اتباع شریعت کا ایک خاص خیال تھا۔ اس وجہ سے آپ نے اپنے عہد سجادہ نشینی میں خانقاہ عمادیہ سے مجلس سماع کا دستور اٹھادیا۔ جب کسی بزرگ کی تاریخ وفات آجاتی تو صرف طعام و فاتحہ خوانی و تلاوت قرآن و ختم درود وغیرہ کے ذریعہ سے ایصال ثواب فرمادیا کرتے تھے۔ اس سے قبل بھی جو مجلس سماع ہوا کرتی تھی تو مزامیر کے بغیر صرف قوال کا گانا ہوا کرتا تھا۔ اب جو صرف دف پر گانا ہوتا ہے یہ آپ کے بعد کا معمول ہے۔

آپ کی زوجہ محترمہ نے وفات کے بعد تیسری شب کہ شب جمعہ تھی خواب میں دیکھا کہ حضرت ایک تہبند پہنے ہوئے ہیں اور نیم تنہ بدن میں اور ٹوپی سر پر رکھے اور رومال ہاتھ میں اور نعلین پیر میں پہنے ہوئے تشریف لائے اور تمام مکان کو گرد و غبار سے صاف کرا رہے ہیں۔ بلکہ بعض چیزوں کو خود اپنے رومال سے صاف کر رہے ہیں۔ حضور کی زوجہ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ سے کیوں تکلیف فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ استعجاب اس سبب سے ہے کہ محمد نصیر الحق فرزند دلبند میرا آج سجادہ نشین کیا جائے گا اس لئے اپنے ہاتھ سے دفع غلاظت کرتا ہوں۔ مولانا محمد صفیؒ نے ایک رات کو دیکھا کہ مولانا محمد نصیر الحقؒ ذکر اثبات و نفی جہریہ میں مشغول ہیں اور حضرت شاہ ظہور الحقؒ وجد و خوشی میں ہیں اور حاجی عبد الواحد یکے از مریدان سے نقل ہے کہ حضرت مولانا نے وفات فرمائی تو ایک رات کو بمقام لکھنو خواب میں دیکھا کہ پیر دستگیر فرماتے ہیں کہ اے عبد الواحد جاؤ اور پائے بوسی محمد نصیر الحقؒ کی کرو۔ جب بیدار ہوئے تو شرف زیارت حاصل کیا۔ نقل ہے کہ چند اشخاص ارادہ بیعت کا حضرت مولانا سے رکھتے تھے جب حضرت کا وصال ہو گیا تو ان لوگوں کو کمال اضطراب و پریشانی ہوئی۔ عین پریشانی کی حالت میں ان لوگوں نے دیکھا کہ حضرت مولانا فرماتے ہیں کیوں اس قدر بد حال و پریشان ہو۔ میں نے نقل مکان کیا ہے اور ثانی خود محمد نصیر الحق کو بجائے اپنے سجادہ نشین اپنا کیا ہے۔ بیعت ان کے ہاتھ پر کرنا عین ہمارے ہاتھ پر بیعت کرنا ہے۔ جاؤ ان کے ہاتھ پر بیعت کرتے جاؤ۔ چنانچہ وہ لوگ آتے گئے بیعت ارادت مندانہ حاصل کرتے گئے۔

منہاج السالکین مولانا حافظ مخدوم سید شاہ نصیر الحق محدث چراغ عظیم آباد قدس سرہ

پیدائش آپ کی بتاریخ سیوم جمادی الثانی بروز یک شنبہ ۱۲۱۹ھ وقت چاشت بمقام قصبہ ناجیہ پھلواری ہوئی ۔آپ کا تاریخی نام بیدار بخت ہے اور کنیت ابوالمکارم۔نام نصیر الحق ہے۔آپ مولانا ظہور الحق غوث الدہر علیہ الرحمہ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔جب چار برس کے ہوئے تو حضرت محی السالکین قطب زماں حضرت شاہ محمد نور الحق لبدال جد بزرگوار نے مکتب پڑھایا۔آپ تحریر فرماتے ہیں کہ جب میں پانچ برس کا تھا تو حضرت پیر دستگیر سر آمد اولیاء عصر بے نظیر مولاناو مرشدناو سیدناوالا بزرگوار جناب مولانا حافظ شاہ ظہور الحق غوث الدہر قدس سرہ اپنے حلقہ مرشدین میں مجھ کو بٹھاتے تھے اور نور ایمان وضیائے ایقان و تخم عقل و نکتہ دل امداد فرماتے تھے۔بعد چندے حلقہ سے اٹھالیااور بارہ برس کی عمر تک مرشدان عالی کے حلقے میں شریک نہ ہوا۔اسی اثناء میں چند کلمات میرے حق میں وارد ہوئے۔از آں جملہ یہ کہ بہ زمانہ قیام قصبہ ناجیہ پھلواری کہ اس زمانے میں حضرت استاذی بھائی مولوی محمد صفی صاحب نور اللہ مرقدہ بہ باعث علالت اندر حویلی بارہ دری میں قیام فرماتے تھے کہ حضرت پیر دستگیر بھائی صاحب کے دیکھنے کو تشریف لائے اور میں کھیل میں مشغول تھا۔حضرت مولاناو مرشدنا نے بھائی صاحب سے فرمایا کہ ہمارا دل چاہتا ہے کہ محمد نصیر الحق کو کل کتابیں دھو کر پلادوں اور جب ہمارا سن بارہ برس کا ہوا ایک رات بعد نماز مغرب معمولات سے فراغت کر کے مجھ کو اور جناب ماموں سید آل یسین صاحب کو حضرت جدامجد قدس سرہ کی خلوت سے طلب فرمایا کہ میں شروع طفلی سے تا سن بلوغ

حضرت پیران پیر اعلی جد امجد قدس سرہ کے حضور میں ہمہ دم حاضر رہتا تھا اور تربیت و تعلیم از آموختہ و مطالعہ و مذاکرہ فیضیاب ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ جس وقت طلب فرمایا تھا اس وقت بھی مطالعہ میں مصروف تھا۔ جب حضرت مولانا کی صدائے طلب ہم لوگوں کے کان میں پہنچی تو حضرت جد امجد قدس سرہ سے عرض کر کے حضرت پیر و مرشد کے حضور میں حاضر ہوئے۔ فرمایا کہ ان حلقہ نشینوں کے ساتھ بیٹھو۔ فوراً حکم بجا لایا۔ آخر اس زمانہ سے تا حیات شریف حضرت پیر دستگیر قدس سرہ کے حلقے میں بیٹھا کیا اور ترقیات روز افزوں یوماً فیوماً حاصل ہوتی رہی۔ اور شب دوازدہم ربیع الاول ۱۲۳۲ھ ہماری بیعت بروز عرس حضرت سرور کائنات مظہر موجودات سید الانبیاء و سید الاولیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت پیر دستگیر قدس اللہ سرہ العزیز نے لیا اور اجازت جمیع اعمال و اوکار و اشغال و اذکار عنایت فرمایا۔ بالآخر جس سال کہ وفات شریف حضرت پیر دستگیر قدس سرہ کی ہوئی۔ ملاحظات و کلمات چند تربیت و تعلیم میں خصوصاً و عموماً وقوع میں آیا تھا۔ بعضے ان میں تحریر کیا جاتا ہے۔ از آں جملہ یہ ہے کہ در سال ۱۲۳۴ھ جاڑے کے دنوں میں فرمایا کہ دنیا میں رہنے کا زمانہ ہمارا بہت کم دکھائی دیتا ہے اور تم کو بے علم پاتا ہوں چاہتا ہوں کہ اس زمانہ چند روزہ میں کسی طور سے تمہاری تعلیم و تربیت درست کر دوں۔ چنانچہ فرمایا کہ ہر گاہ زمانہ قلیل ہے۔ علم تصوف کو تمام بازبانی یاد کرا دوں اور اس کے بعض خلاصے تمہارے دل میں نقش کر دوں تاکہ اس کے اصول سے واقفیت ہو جائے اور اس سے فروغ حاصل کرو کیوں کہ فرصت اس قدر نہیں پاتا ہوں کہ کتاب سامنے رکھ کر فروعاً اور اصولاً تمہاری تربیت کروں لیکن چونکہ حضرت کو کسی طرح کا خلل نہ تھا اس لئے کل حلقہ نشینان بلکہ اغیار بھی شریک استماع مسائل دقیقہ

از اصول تصوف آپ کی زبان فیض ترجمان سے فیضیاب ہوئے اور ایک چلہ سے کم یا زیادہ میں تمامی اصول علم تصوف سے ہم لوگوں کو سر فراز فرمایا۔ چنانچہ بفضل تعالیٰ باوجودیکہ میں صغیر سن تھا یعنی چودہ یا پندرہ برس کا تھا کہ جملہ مسائل ودقائق بہ برکت فیوضات آنجناب قدس مآب گویا نقش کالحجر ہو گیا اور اس زمانہ تک حرفاً حرفاً و لفظاً لفظاً اس طور سے یاد ہے اور جملہ مسائل ورموز ونکات ودقائق علم تصوف وسلوک پر فروعاً و اصولاً و فقہ و تفسیر و حدیث و قرآن و دیگر علوم محض برکت فیض صحبت و نگاہ عنایت آں دریائے عرفان تماما حاوی ہوں اور جس مجلس و محفل میں مسئلہ از مسائل دقیقہ و نکتہ از نکات باریک ورموز مخفیہ علم تصوف وسلوک یا دیگر علوم دینیہ متداولہ ہمارے کان میں پہنچا۔ ہرگز اس تحقیقات سے زیادہ نہ سنا نہ پایا۔ چنانچہ بروز پنجم از وفات حضرت غوث الدہر قدس سرہ آپ بہ خیال فاتحہ خوانی بر مزار بزرگان پھلواری پہنچے تو حضرت شاہ نعمت اللہ قدس سرہ سے بھی ملے۔ حضرت ممدوح نے ایسے اکثر نکات تصوف ورموز حقائق و معارف و اذکار و اشغال کے متعلق باتیں پوچھیں۔ آپ نے نہایت تفصیل وار جواب ارشاد فرمایا۔ حضرت ممدوح بہت متعجب ہوئے اور بغایت خوشی سے دست شفقت بزرگانہ آپ کی پشت پر رکھا اور مبارکباد دے کر فرمایا کہ ہم یہ نہیں سمجھتے تھے کہ تمہارے والد ماجد تم کو اس قدر کامل و اکمل بنا کر گئے ہیں۔ ماشاء اللہ چشم بد دور تم نے اس کم سنی میں اتنا کمال حاصل کر لیا ہے کہ ہم بڑے آدمیوں میں بھی اتنی بات اب نہیں پاتے ہیں۔ خدا تمہاری عمر اور علم و فضل و کسب و ریاضت و زہد و اتقا میں برکت دے اور چشم بد سے بچائے۔

نقل ہے کہ ایک بزرگ شاہ ضیاء الدین صاحبؒ آپ کے ساتھ محبت و

شفقت رکھتے تھے ایک روز حضور حضرت غوث الدہر قدس سرہ انہوں نے نہایت مہربانی سے آپ کو پکارا کہ "بیا اے نصیر الدین چراغ دہلی" حضرت غوث الدہر نے فرمایا کہ یہ کیا فرماتے ہیں کہئے کہ نصیر الدین چراغ عظیم آباد۔ اس کے جواب میں اور فرمایا کہ انشاء اللہ تعالی خواہد شد۔

بعد وفات حضرت غوث الدہر قدس سرہ العزیز کے تحصیل علم ظاہری و تکمیل علم باطنی کی مولانا محمد صفی علیہ الرحمہ پھلواروی جو شاگرد رشید و خلیفہ اکمل حضرت غوث الدہر و خلف صدق مولانا شاہ وجیہ اللہؒ کے تھے حاصل کی۔ اس عرصے میں اتفاقاً بہ ارادہ حج بیت اللہ مولانا محمد حسن علیؒ جو شاگرد مولانا شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے تھے، اس شہر عظیم آباد میں تشریف لائے اور ان سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے بھی بہ اجازت اپنی والدہ ماجدہ مولانا حسن علی صاحبؒ کے ساتھ قصد بیت اللہ کا کیا اور ارادہ یہ کیا کہ اس سفر میں حدیث بھی مولانا ممدوح سے پڑھیں۔ لیکن سفر میں پڑھنا نہ ہو سکا۔ اس لئے بعد فراغت حج و زیارت بمقام عظیم آباد اپنے مکان پر تشریف لائے۔ بعد ازاں بتاریخ ۱۶ر جمادی الثانی ۱۲۴۷ھ بروز جمعہ اپنے مکان سے تشریف لے گئے اور بتاریخ ۱۱ر رجب بمقام لکھنو بمکان مولوی حسن علیؒ مقیم ہوئے اور بتاریخ ۱۳ر رجب بروز جمعہ کتاب اصول حدیث تصنیف حافظ ابن حجر و بلوغ الحرام شروع کیا اور بعد فراغ علم حدیث و علم ہیت و ہندسہ و حکمت وغیرہ آپ کو بتاریخ ۲۷ر رجب بروز جمعہ وقت صبح ۱۲۴۸ھ سند حاصل ہوئی اور اپنے وطن کو واپس تشریف لائے اور جادہ طریقت کو رونق بخشی اور سرگرم رشد و ارشاد و ہدایت خلائق ہوئے۔

درس و تدریس کا بھی مشغلہ رکھتے تھے۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد بہت

کثیر ہے۔ چنانچہ ان لوگوں میں سے مولوی ابوالبرکات مرحوم منصف در بھنگہ و مولوی شاہ علیم الدین قدس سرہ العزیز سجادہ نشین فتوحہ مولوی عبداللطیف منصف اورنگ آباد ساکن موضع معانی تحصیل بہار و مولوی غلام یحیٰ آروی جن سے حضرت شاہ عبدالحقؒ ابن حضرت شاہ علی حبیب سجادہ نشین خانقاہ پھلواری وغیرہ تھے۔ علاوہ ازیں آپ کے چاروں بھائیوں نے بھی اتمام کتب درسیہ آپ ہی سے فرمایا۔ صوبہ بہار کے علاوہ دور دور کے لوگ آپ کی شاگردی کا شرف رکھتے تھے۔ اشاعت سلسلہ بھی آپ سے بہت ہوئی۔ آپ حافظ قرآن بھی تھے۔ رمضان شریف میں تراویح خود ہی پڑھایا کرتے تھے۔

آپ سے قبل سجادہ حضرت محبوب رب العالمین گویا خانہ بدوشی کی حالت میں تھا یعنی پٹنہ میں ایک مقبرہ، مقبرہ میر اشرف کے نام سے مشہور ہے۔ اس سے متعلق ایک عالی شان مکان تھا جہاں اکثر کشمیری اصحاب رہا کرتے تھے۔ وہ لوگ حضرت غوث الدہر قدس سرہ کے مریدان با اختصاص سے تھے۔ پھلواری سے تشریف لانے کے بعد چند دنوں تک تو مسجد خواجہ عنبر مرحوم میں آپ کا قیام رہا۔ اس کے بعد آل ارباب کشمیر نے حضرت غوث الدہر کی خدمت میں عرض کی کہ یہاں حضور کو تکلیف ہوگی۔ مقبرہ میر اشرف صاحب کے متعلق جو مکان ہے خدمت میں حاضر ہے وہاں قیام فرمایا جائے چنانچہ حضرت غوث الدہر قدس سرہ مع سامان سجادہ وہاں تشریف لائے اور اپنی زندگی تک وہاں جلوہ افروز بزم ہدایت و ارشاد رہے۔ حضرت غوث الدہر کے بعد حضرت شاہ نصیر الحقؒ بھی ابتداء میں وہاں تشریف فرما رہے پھر آپ نے ایک وسیع زمین خانقاہ کے لئے خرید فرمائی اور وہاں مکان و خانقاہ

تعمیر فرما کر ۱۲۳۸ھ میں مع سامان سجادہ سریر آرائے ولایت رشد وارشاد ہوئے۔

یہ تو ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں کہ حضرت غوث الدہر قدس سرہ سے قبل اعراس بزرگاں میں صرف سماع محض کا دستور تھا۔ مزامیر تو مزامیر ہے دف تک کا رواج نہ تھا۔ حضرت غوث الدہر قدس سرہ نے تو اپنے وقت میں وہ سماع محض بھی اٹھا دیا تھا مگر منہاج السالکین حضرت مولانا شاہ محمد نصیر الحق چراغ عظیم آباد قدس سرہ نے سماع مع دف اپنے عہد سجادہ نشینی میں سننا شروع کیا۔ آپ کی یکے بعد دیگرے تین شادیاں ہوئیں مگر اولاد نرینہ میں کوئی نہ رہا البتہ صاحبزادیاں تھیں جن کی اولاد اس وقت تک بفضل تعالیٰ موجود ہے۔ آپ کے خلفاء کی تعداد بھی بہت تھی جن میں تین تو آپ کے برادر تھے اور چوتھے آپ کے ماموں مولوی معنوی سید آل یٰسین قدس سرہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ ان بزرگوں کا تذکرہ بھی تذکرۃ الصالحین میں موجود ہے۔ آپ کو تصنیف و تالیف کا موقع بوجہ کمی عمر دوسرے قلت اعیان و انصار کے نہ ملا مگر اس پر بھی دو ایک مختصر سے رسالے آپ کے یادگار ہیں۔

نقل ہے کہ جس زمانہ میں حضرت امیر الاولیاء مولانا شاہ علی امیر الحقؒ اپنی نوکری پر تھے تو کسی گاؤں میں بہ ضرورت تشریف لے جانے کا اتفاق ہوا جو آپ کی فرودگاہ سے دور تھا وہاں سے آتے وقت رات ہوگئی قدرے ترشح ہونے لگا۔ ایسی حالت میں آپ محض اکیلے ہونے کی وجہ سے متردد ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک روشنی دور سے نمودار ہوئی۔ آپ نے پوچھا کون ہے تو اس شخص نے جس کے ہاتھ میں روشنی تھی جواب دیا کہ ہم ہیں دھوپ چنانچہ اس کے ساتھ اپنی قیام گاہ میں پہنچے اور رات کو سو رہے۔ جب صبح ہوئی تو دھوپ کو تلاش کیا وہ نہ ملا تو صبح لوگ وہاں موجود تھے ان لوگوں

نے کہا کہ آپ تو یہاں اکیلے آئے تھے کوئی بھی آپ کے ساتھ نہ تھا۔ یہ جواب سن کر آپ خاموش ہو رہے۔ واضح رہے کہ دھوپ نامی ایک مشعلچی آپ کے یہاں نوکر تھا اس کو آپ نے کہیں کسی کام سے بھیجا تھا اور خود اس گاؤں میں تشریف لے گئے۔ غرض کہ جب حضرت مولانا محمد نصیر الحقؒ نے بیماری کی حالت میں ایک روز حکیم ابوالحسن مرحوم کے بلانے کو فرمایا اور آپ نے (شاہ امیر الحق) بموجب حکم چلنے کا قصد کیا ہے کہ حکیم صاحب پہنچے تب انہوں نے کہا کہ اس وقت ہم مفت پریشان ہوتے۔ مولانا محمد نصیر الحق قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ تم اتنی دور میں پریشان ہو جاتے اور میں جو اتنی مسافت طے کر کے تمہارے پاس گیا اور آیا کہ دیکھو ہمارے پیروں میں اب تک چھالے پڑے ہوئے ہیں۔ کیا پریشان نہیں ہوا۔ اس وقت آپ نے نہایت حیرت سے پوچھا کہ یہ کیا مضمون ہے۔ تب حضرت مولانا نے کل قصہ سنایا کہ میں نے دیکھا کہ اس وقت تم بوجہ تنہائی کے نہایت مضطر ہو میں فوراً پہنچ گیا اور مکان تک پہنچا آیا۔ آپ اپنے وقت کے قطب تھے۔

نقل ہے کہ ایک روز بعد نماز مغرب آپ میر رستم علی کی گلی میں تشریف لے گئے وہاں ایک مجذوب بھی یہ کہتا ہوا چلا کہ چور ہے چور ہے۔ یہاں تک کہ مکان پر پہنچے اور اس کے پاس کھانا بھیجا اس نے نہ کھایا اور برابر یہی کہتا رہا کہ میری چیز دے دو تو کھائیں گے۔ جب دو روز تک اس نے کچھ نہ کھایا تو آپ کی ہمشیرہ صاحبہ نے فرمایا ''یہاں آپ نے اس کا کیا لیا ہے دے دیں''۔ تب آپ نے فرمایا کہ بہتر کھانا اس کے واسطے بھجوائیں۔ جب اس کے پاس کھانا آیا تو اس کو کھانے لگا اور ہر نوالے کے ساتھ یہ کہتا تھا کہ ماماما جب آدھا کھا چکا تو کہنے لگا کہ واہ یہ تو بڑا سخی ہے اپنے پاس سے بھی اس نے

ہم کو دیا۔ جب کل کھانا کھا چکا تو وہ چل دیا اور پھر اس کا پتہ نہ لگا کہ کہاں گیا۔ بس ان سب باتوں سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ آپ کیسے کامل تھے۔ اور کیا کیا کمال آپ کو تھا کہ حاضر و غائب کی حالتیں آپ پر منکشف ہو جایا کرتی تھیں۔

نقل ہے کہ جب آپ کی عمر چالیس برس کی ہوئی تو حضرت مولانا شاہ علی امیر الحق صاحب قدس سرہ کو بمقام بہار حضرت مخدوم الملک قدس سرہ کے مزار پر بھیجا اور فرمایا کہ جا کر عرض کرنا کہ میں چالیس برس کا ہو چکا اب کیا حکم ہوتا ہے۔ غرض کہ مولانا مذکور مزار پر تشریف لے جاکر سر بہ مراقب ہوئے اور حضرت مخدومؒ کو دیکھا کہ وہ فرماتے ہیں کہ چالیسویں برس حضرت رسول اللہ ﷺ کو پیغمبری ملی تھی۔ یہ کیفیت یہاں آکر بیان کی۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ یہاں اب تم خانہ داری اور خانقاہ داری کرو۔ ہمارا زمانہ قریب آن پہنچا۔ یہ موقع تمہارے سفر پر رہنے کا نہیں ہے۔ کیونکہ میں یہاں اکیلا ہوں اور سب یہاں اپنی اپنی نوکری پر ہیں۔ چنانچہ اس تاریخ سے مولانا ممدوح مکان پر تشریف رکھنے لگے اور نوکری سے استعفی دے کر خانقاہ داری میں مصروف ہوئے۔

نقل ہے کہ وہ دعا جو اس خاندان میں عشرہ محرم کو پڑھی جاتی ہے جس کی تاثیر یہ ہے کہ برس روز تک خوانندہ بلاؤں سے محفوظ رہتا ہے۔

جس سال آپ وفات پانے والے تھے اس سال محرم میں خود دعا نہیں پڑھی اور فرمایا کہ تم لوگ پڑھو۔ اس وقت مولانا شاہ علی امیر الحق قدس سرہ العزیز نے عرض کی کہ حضور بھی پڑھ لیں آپ نے فرمایا کہ میں جان بوجھ کر دعا کو جھوٹا کیوں بناؤں۔ اس سال میں نہ بچوں گا۔ غرض اسی برس میں آپ نے وفات پائی۔

نقل ہے کہ جب آپ بیمار ہوئے تو مولانا شاہ علی امیر الحقؒ سے فرمایا کہ بھائی مجھ پر سحر ہو رہا ہے اور سحر سے ہی مروں گا۔ خبر دار خبر دار کچھ نہ کرنا چنانچہ انتقال کے دو روز قبل جادو کی ایک ہانڈی آپ کے قیام گاہ کی طرف آتی دکھائی دی اہل محلہ نے جن میں اکثر ہنوز بقید حیات ہیں اس حیرت ناک امر کو دیکھ کر خانقاہ میں ہجوم ہو گیا جب مولانا علی امیر الحقؒ نے اس ہانڈی کو صحن خلوت کے مشرقی شمالی گوشے میں چھپر کے مقابل قرار گزیں دیکھا تو اس کے لوٹا دینے کا قصد کیا۔ جس پر آپ نے منع کیا اور فرمایا کہ اس سعادت سے مجھ کو محروم نہ کرو اور خود کوٹھری میں چلے گئے۔ اور دروازہ بند کر لیا تھوڑی دیر کے بعد وہ ہانڈی جدھر سے آئی تھی اسی طرف چلی گئی اور آپ نے دروازہ کھول دیا اس کے بعد سے آپ کی حالت دگر گوں ہونے لگی یہاں تک کہ اشارے سے پانی مانگنے لگے اور دوا چمچہ سے حلق میں جانے لگی جس وقت آپ انتقال فرمانے والے ہیں اس وقت مولانا ممدوح نے آپ کو گود میں بٹھا کر شوربا دیا وہ حلق سے نہ اترا۔ پھر پانی کی طرف اشارہ کیا جب پانی دیا گیا تو وہ بھی نہ اترا اس وقت آپ نے آنکھیں کھول کر آسمان کی طرف دیکھا اور ہنس کر فرمایا کہ بسم اللہ میں تو چلنے کو تیار ہوں یہ کہہ کر لا الہ الا اللہ کی ضرب لگائی اور روح پر فتوح نے پرواز کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ کی جو ضرب قلب کی طرف لگائی تو گردن اسی جگہ رہ گئی۔ جب قبر میں رکھے گئے اس وقت خود بخود قبلہ رخ پھر گئے۔ میر رمضان علی صاحب مختار۔ جناب شاہ وحید الحق صاحب پھلواروی بیان کرتے ہیں کہ جس وقت قبر میں چہرہ اقدس کھولا گیا ہے اس وقت نہایت منور و تاباں دکھائی دیتا تھا۔ آپ کی وفات بتاریخ بست و ہشتم ماہ شوال ۱۲۶۰ھ میں ہوئی۔ مزار شریف پائیں مزار حضرت شاہ غلام نقشبندؒ کے واقع ہے۔

نقل ہے کہ بعد وفات آپ کی دائی نے مولوی نذیر الحق صاحب مدظلہ العالی برادر زادہ کو کہ ان کا سن دو یا تین برس کا ہوگا آپ کے مزار پر لے گئیں اور مزار کا بوسہ کرایا جس وقت بوسے کے واسطے ان کو مزار پر جھکایا وہ ویسے ہی پڑے رہے اور کچھ آواز کڑ کڑ کی آنے لگی۔ اس دائی نے سمجھا کہ ٹھیکری چباتے ہیں اس واسطے خفا ہو کر اٹھالیا تو دیکھا کہ ان کے ہاتھوں میں میٹھی سیو ہے اس کو کھا رہے ہیں۔ وہ حیران ہو کر پوچھنے لگیں کہ یہ کہاں سے لایا اس وقت انہوں نے کہا وہ دادا بیٹھے ہوئے ہیں انہوں نے ہی دیا ہے۔ واضح ہو کہ مولوی نذیر الحق صاحب آپ کو دادا کہا کرتے تھے۔

نقل ہے کہ میر محمود نامی باشندہ لودی کڑہ کا کسی ضرورت سے پھلواری جانا ہوا تو حضرت کے مزار پر فاتحہ کے لئے حاضر ہوئے۔ عین فاتحہ خوانی ان سے کسی آیت قرآنی میں کچھ غلطی واقع ہوئی۔ وہیں آواز "ہوں" کی ان کے کان مین آئی وہ نہایت متحیر ہوئے کہ آواز کہاں سے آئی تھی۔ اغل بغل پھر کر دیکھا تو کوئی شخص نظر نہ آیا۔ اس اشتباہ کو اپنا آپ کان بجنا سمجھ کر پھر فاتحہ میں مصروف ہوئے۔ اس دفعہ بھی وہی آواز آئی۔ پھر ادھر ادھر دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا۔ پھر فاتحہ خوانی میں مشغول ہوئے۔ تیسری بار پھر وہی آواز آئی تو سمجھے کہ پیر زندہ بظاہر مردہ لقمہ دیتے ہیں۔ بہ صحت ترتیل قرآن کو پڑھا خوب غور کیا تو اپنی سہو قرآنی سے آگاہ ہوئے۔

امیر الاولیاء مولانا الحاج شاہ علی امیر الحق القادری قدس سرہ

آپ کا نام علی لقب امیر الحق کنیت ابو الحفص اور تاریخی نام جس کو آپ کے والد ماجد نے ایک نظم میں قطعہ بند کیا گہر بخت ہے۔ آپ کی ولادت ۶ / ذیقعدہ بروز

چہار شنبہ وقت دو گھڑی دن باقی رہے ۱۲۲۷ھ میں ہوئی۔ اوائل میں الف۔ با۔ کریما تک اپنے دادا سے پڑھا بعد ازاں اپنے والد سے پڑھنا شروع کیا۔ جب سن شریف آٹھ برس کا ہوا تو آپ کے والد نے قضا کیا اور اپنے برادر بزرگ منہاج السالکین یعنی مولانا نصیر الحق قدس سرہ کے ظل حمایت میں جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے پرورش پائی۔ کتب درسی از میزان الصرف تا بیضادی مع احادیث جو کچھ پڑھا حرفاً حرفاً اپنے برادر بزرگ سے پڑھا اور بائیس برس کی عمر میں فاتحہ فراغت حاصل کیا۔ حدیث کی سند لکھنو تشریف لے جا کر حضرت مرزا حسن علیؒ سے حاصل کی۔ بعد فراغت تحصیل علم ظاہری بیعت طریقت و خلافت و اجازت کل طریقہ عمادیہ، وارثیہ و معزیہ و عتیقیہ و قاسمیہ و زاہدیہ وغیرہ کی برادر بزرگ حضرت منہاج السالکین سے حاصل کی۔ چندے ابتدائے جوانی میں عہدہ ہائے سرکار پچھمّ کے ملک میں بطور تفریح انجام دیا۔ جب آپ کے پیر و مرشد کے وصال کو تین برس باقی رہ گئے تو فرمایا کہ دنیا میں رہنے کا ہمارا زمانہ کم ہے اور تم سب بھائی ہم سے دور رہے ہو اور کوئی ذکور بھی مجھ کو نہیں ہے کیا خاندانی دولت ہمارے ساتھ جائے گی۔ بس اب ہمارے پاس رہ کر بزرگوں کی امانت کے بار بردار ہو جایئے اور نوکری سے مستعفی ہو جیئے۔ لہذا اس تاریخ سے آپ خانقاہ داری میں مصروف رہے۔ ہر چند کہ ذکر اشغال کی عادت آپ کو ہمیشہ سے تھی مگر تین برس میں جو آخری صحبت حضرت پیر مرشد قدس سرہ العزیز کی حاصل ہوئی اس میں شب و روز مجاہدات و ریاضات و مشاقی اشغال و اذکار کرتے رہے جب بتاریخ ۲۸ ماہ شوال ۱۲۶۰ھ حضرت پیر و مرشد موصل بخدا ہوئے تو چونکہ نظر اقدس برادر بزرگ پیر و مرشد قدس سرہ العزیز کی آپ پر پڑ چکی تھی لہذا کل اخوان دینی و برادران حقیقی آپ کی سجادگی

پر متفق ہوئے۔ ہر چند کہ آپ انکار کرتے رہے مگر آپ کا انکار کسی نے نہ مانا۔ چونکہ آپ کے کل برادران نوکری پر تھے۔ کل بھائیوں کے آنے کے بعد وفات کے چھ مہینے کے بعد بتاریخ ۲۰ ر جمادی الاول ۱۲۶۱ھ بروز عرس حضرت محبوب رب العالمین شاہ عماد الدین قلندر قدس سرہ العزیز بحضور جمیع رؤسا و مشائخ شہر عظیم آباد و قصبہ پھلواری بہ اہتمام برادر دوئم مولانا احمد ظہیر الحق قدس سرہ العزیز جو آپ سے تین برس بڑے تھے دستار بندی اور خرقہ پوشی و جلوس سجادگی کا ہوا۔ جوانی میں آپ بہت خوش رو اور وضعدار تھے اکثر لوگوں کا خیال تھا کہ آپ سے بار فقر اور سجادگی نہ اٹھ سکے گا مگر آپ نے کل کاموں کو ایسا انجام دیا کہ جس کو تمام ہمعصر تحسین و آفرین سے ذکر کرتے تھے۔ بعد سجادگی ایسے قلب ماہیت ہوئی کہ حضرت پیر و مرشد اور آپ سے کوئی شخص صورتاً یا سیرتاً امتیاز نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ مولوی جنت حسین صاحب فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ باشندہ دہلی مریدوں میں سے حضرت شاہ نصیر الحق قدس سرہ کے بعد وفات آپ کے یہاں آئے اور حضرت اس وقت خانقاہ میں تشریف رکھتے تھے۔ کہ کئی مرتبہ انہوں نے جھانک کر آپ کی طرف دیکھا اور اس کے بعد خانقاہ میں آکر حضرت سے ملے اور نہایت متحیر بیٹھے رہے۔ تب حضرت نے خیریت پوچھنے کے بعد وجہ تحیر دریافت کیا۔ انہوں نے بیان کیا کہ مجھ کو معلوم ہوا تھا کہ تمہارے پیر و مرشد نے انتقال کیا لیکن یہاں آکر دیکھتا ہوں تو بفضلہ تعالیٰ حضور تندرست اور توانا ہیں دشمنوں نے جھوٹ مشہور کر دیا ہے۔ اس وقت حضرت نے فرمایا کہ نہیں تم نے جو بیان سنا ہے وہ سچ ہے تمہارے پیر و مرشد نے انتقال فرمایا اور میں ان کا بھائی ہوں۔ آپ کے سجادہ نشینی کے بارے میں ایک خواب مولوی ابو البرکات صاحب بہاری نے دیکھا تھا جس کو

بذریعہ خط لکھ کر مولوی صاحب مرحوم نے حضور حضرت امیر الاولیاء قدس سرہ بھیج دیا۔

درس و تدریس کا آپ کو بہت شوق تھا چنانچہ اکثر لوگ آپ کے شاگردوں میں علماء ہوئے اور متوسطین کا تو عدد شمار نہیں کر سکتے۔ بعد سجادہ نشینی بہت دنوں تک آپ نے ہی وعظ کا شغل جاری رکھا۔ سامعین وعظ کا مجمع اس قدر ہوتا تھا کہ سابقہ مسجد کے چھوٹی ہونے کی وجہ سے لوگ مسجد سے باہر کھڑے رہتے تھے۔ لہذا اس رعایت پر آپ نے اس مسجد کو پختہ اور وسیع تیار کرایا کہ اب وہ آپ کے خانقاہ شریف کے صحن میں واقع ہے۔

جب آپ کی آنکھوں میں حرج پیدا ہوا اور برابر بیمار رہنے لگے تو وعظ کا شغل بالکل جاتا رہا۔ ۱۲۸۹ھ میں آپ بیت اللہ تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ بہت بڑا قافلہ تھا کل عزیزان آپ کے ساتھ تھے بلکہ علاوہ عزیزوں کے اکثر مریدان و رؤسا شہر بھی تھے۔ اتنا بڑا قافلہ ہماری یاد میں اس شہر سے حج کو نہیں گیا۔ اور کل آدمیوں کا حساب کتاب روپیہ پیسہ ہمارے پیرومرشد مدظلہ العالی کے ہاتھ تھا اور وہاں کے لوگ آپ کو ہندوستان کا نواب تصور کرتے تھے۔ مولانا ممدوح قدس سرہ العزیز کو مکہ معظّمہ و مدینہ منورہ کے لوگ بھی نہایت ہی وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور صاحب کمال جانتے تھے۔ چنانچہ نقل ہے کہ ایک روز آپ مدینہ منورہ میں شیخ الدلائل کی صحبت میں جاکر جہاں پر لوگ جوتا اتارتے تھے بیٹھے۔ شیخ الدلائل درس دے رہے تھے کہ فوراً انہوں نے دائیں بائیں دیکھنا شروع کیا۔ جس طرح کوئی کسی کو تلاش کرتا ہے۔ بعد ازاں آپ کی طرف دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کو اپنے بغل میں بلایا آپ نے انکار کیا کہ اس

جگہ بیٹھنے کی میری مجال نہیں ہے اس پر انھوں نے فرمایا کہ آپ اپنے کو نہیں پہچانتے ہیں یعنی روضہ اقدس کی طرف اشارہ کیا یہ کہہ کر زبردستی اپنے بغل میں لے جاکر بٹھایا اور بہت تعظیم و تکریم سے پیش آئے۔

نقل ہے کہ ایک روز وطن مراجعت سے پیشتر اور بعد نماز عشاء رسول اللہ ﷺ کے روضہ اقدس پر پہنچے تو آپ پر کیفیت طاری ہوئی اور وجد و شورش میں ایک گھنٹہ تک ٹہلتے رہے اور تمام علماء و فضلا دست بستہ کھڑے رہے جب کیفیت فرو ہوئی تو اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے۔

سفر حج سے واپس آنے کے بعد ۱۲۹۱ھ میں خانقاہ کی بنیاد بطرز پختہ دی گئی اور آپ کی وفات کے بعد ۱۳۰۲ھ میں بہ اہتمام مرشدی مدظلہ العالی دام فیوضہ بہ ہمہ وجوہ تیار ہوئی۔

نقل ہے کہ ایک بزرگ شاہ خدابخش قدس سرہ کے مریدوں میں سے یہاں تشریف لائے اور حضرت کی صحبت میں بیٹھے۔ تھوڑی دیر کے بعد نعرہ مارا اور فرمایا کہ لوگ بالکل اندھے ہیں جو آپ کی قدر نہیں کرتے ہیں یہاں صاف طور سے حضرت میاں صاحب کی نسبت ظاہر ہوتی ہے۔

شیخ محمد علی صاحب ساکن کمھرا نے دو نقلیں مجھ سے بیان کی ہیں ایک یہ کہ میں ایک روز جناب مولانا قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میاں محمد علی تھوڑا اسا دھنیا مجھ کو دے سکتے ہو میں نے پوچھا کہ کس قدر چاہئے آپ نے فرمایا کہ چھ من۔ میں نے کہہ دیا کہ بہت خوب۔ بعد میں جب میں نے دھنیا جمع کر لیا تو جاکر عرض کی کہ جس روز حکم ہو بھیج دوں۔ تو حکم ہوا کہ اپنے یہاں رہنے دو۔ جب ہم

کو ضرورت ہو گی منگوالیں گے۔ چند دنوں کے بعد دھنیا بہت گراں ہو گئی تو مجھ کو فرمایا کہ اب مجھ کو دھنیے کی حاجت نہیں ہے تم بیچ ڈالو وہ کہتے ہیں کہ اس سال مجھ کو اس قدر نفع ہوا کہ کسی سال ایسا نفع نہ ہوا تھا اور مجھ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ دھنئے کی حاجت نہ تھی بلکہ ہمارے ہی فائدے کے واسطے یہ بندوبست کیا گیا تھا اور دوسری نقل یہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز ڈاکٹر قاسم علی کے یہاں موجود تھا کہ دو چپراسی داناپور کچہری سے پروانہ گرفتاری بنام ڈاکٹر موصوف بہ علت باقی مبلغ بیس روپیہ قیمت دوا کی لے کر پہنچے اور فوراً ہی مولانا امیر الحق قدس سراہ العزیز کے ایک خادم نے ڈاکٹر صاحب ممدوح کو لا کر دیئے۔ اس خادم نے بیان کیا کہ تین بجے رات سے مجھ کو حکم ہو رہا تھا کہ روپیہ جا کر دے آؤ مگر بوجہ شب کے نہ آیا تو حضرت بہت خفا ہوئے کہ جب کسی کی عزت چلی جائے گی تب جاؤ گے لہذا میں فوراً دوڑا ہوا آیا ڈاکٹر صاحب سے معلوم ہوا کہ جس دوا کے بقایہ کی نسبت وارنٹ تھا وہ مولانا ہی کے واسطے ڈاکٹر صاحب کے معرفت آیا کرتی تھی۔ غرض کہ ڈاکٹر صاحب نے بائیس روپے مع خرچہ ان چپراسیوں کو دے کر رخصت کیا۔

منشی شیو پرشاد لعل صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں ہمیشہ آپ کے حضور میں حاضر ہوا کرتا تھا اور دیوان محلہ سے خانقاہ تک گلی کی راہ سے آمدورفت تھی۔ ایک روز ایک عورت کو اس گلی میں دیکھا تو اس کی صورت مجھ کو پسند آئی پھر تو ہر روز اس کے اشتیاق میں اسی راہ سے آنے لگا اور یہاں روزانہ حضرت نے مجھ سے استفسار کرنا شروع کیا کہ آج تم کس طرف سے آئے ہو میں عرض کرتا کہ گلی کی طرف سے حاضر ہوا ہوں۔ آپ فرمایا کرتے کہ سڑک کی طرف سے نہیں آتے جاتے ہو۔ سڑک کی جانب

توہر طرح کا تماشہ دکھائی دیتا ہے غرض کہ دو تین روز اسی طرح سے فرمایا۔ مگر میں نے آپ کے اس فرمانے کی طرف کچھ خیال نہ کیا اور پھر اسی طرف سے آمد ورفت جاری رکھی۔ ایک روز آپ نے فرمایا کہ منشی جی غیر عورت کو نگاہ بد سے دیکھنا بھی زنا میں داخل ہے۔ اس روز میں سمجھا کہ یہ سب کہنا ہماری ہی طرف ہے۔ اس تاریخ سے میں سڑک کی طرف سے آنے لگا۔ اس گلی میں پھر نہ گیا اور حضرت نے پوچھنا چھوڑ دیا۔

ان نقلوں سے آپ کے کشف وکرامات ظاہر ہوتے ہیں مگر بوجہ طول کے میں نے نہیں لکھا اور کیوں کر نہ ہو جو شخص چالیس برسوں تک یاد الٰہی میں اوقات صرف کرے گا اس سے جو کچھ کراماتیں ظاہر ہوں تھوڑی ہیں۔ وجاہت ظاہری میں بھی بے نظیر تھے جس وقت مجلس میں بیٹھتے تھے تو مانند شیر غراں کے نظروں میں معلوم ہوتے تھے۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ آپ کے سامنے بہ آواز بلند باتیں کرے۔ آپ کی دونوں آنکھوں کی روشنی جاتی رہی تھی مگر آپ کے روبرو جاتے ہوئے دہشت معلوم ہوتی تھی۔ چہرا انور نہایت تاباں تھا۔ رنگت گلابی مثل گلاب کے پتوں کے تھی۔ آپ نے ابتدائی حال میں ذکر قلندریہ کی بڑی مہارت پیدا کی تھی۔ اتفاقاً ایک روز اثنائے ذکر میں دفعتاً قلب اکھڑ گیا اور دل پر صدمہ پہنچا اس وقت سے تپاک کا عارضہ پیدا ہوا۔ اور اکثر بدمزہ رہنے لگے۔ معدہ کا ہرج بھی ہمیشہ رہا کرتا تھا۔ آخر عمر میں بصارت کئی برسوں سے جاتی رہی تھی۔ آپ کی وفات بتاریخ ۱۴ر محرم وبہ اختلاف روایت ۱۵ر محرم الحرام بروز سہ شنبہ وقت چاشت ۱۳۰۲ھ کو ہوئی۔ سن شریف آپ کا چوہتر برس دو مہینے دس روز کا ہوا جس میں سے چونتیس برس چھ مہینے پندرہ روز اوائل عمر کا آغوش مادر میں پڑھنے لکھنے اور نوکری میں صرف ہوا۔ بقیہ چالیس برس سات مہینے پچیس روز خلوت

نشیں رہ کر یاد الٰہی وہدایت خلق اللہ میں صرف کیا۔ غرض کہ بہت بڑا حصہ آپ کی عمر کا ریاضات و مجاہدات میں گزرا۔

اولاد میں سے آپ نے ایک صاحبزادی زوجہ مولوی ظہورالحسن صاحب ولد مولوی سید شیر علی مرحوم و دیگر صاحب زادہ جناب سراپا کرامت ۔زیب خرقہ۔ معرفت ،زینت دلق طریقت برگزیدہ بارگاہ ذات مطلق مولانا ومرشدنا مقتدانا حضرت حاجی سید شاہ محمد رشید الحق جو پیرومرشد حقیر کے ہیں چھوڑا۔ آپ کے خلفاء و شاگردان اگرچہ زیادہ ہیں مگر چند اشخاص کا نام مجھ کو یاد آیا قلم بند کر دیا جاتا ہے۔ اول آپ کے صاحبزادے مرشدی حضرت شاہ محمد رشید الحق صاحب مد ظلہ العالی ودام فیوضہ جن کا ذکر انشاء اللہ تعالی خاص طور پر آگے لکھا جائے گا۔ دوئم آپ کے برادر زادہ جناب مولوی سید محمد نذیر الحق صاحب مد ظلہ اللہ العالی ابن مولانا محمد سفیر الحق قدس سرہٗ العزیز سوئم مولوی غلام غوث رحمتہ اللہ علیہ ساکن موضع خرم پور ضلع چھپرہ۔ آپ بڑے صاحب حال وقال تھے اور بڑے جید عالم تھے۔ آپ کے بہت شاگرد تھے اور ہنوز موجود ہیں۔ اس حقیر کے والد نے بھی آپ سے پڑھا تھا۔ آپ کی وفات اپنے مکان پر بتاریخ ۷/ رمضان بروز جمعہ وقت صبح ۱۳۱۰ھ کو ہوئی۔ چہارم مولوی سخاوت حسین عماد پوری بہاری رحمتہ اللہ علیہ آپ بھی بڑے عالم تھے اور آپ کے شاگرد اکثر بہار شریف میں موجود ہیں۔ بہار میں آپ کی بڑی قدر تھی۔ کوئی فتوی بغیر آپ کے دستخط کے مستند نہیں سمجھا جاتا تھا۔ دعا تعویز میں آپ کا برابر اثر تھا۔ بہار بھر میں شاید ہی کوئی گھر ایسا ہوگا جہاں آپ کا تعویز نہ چلتا ہو۔ حتی کہ صاحب سجادہ بہار شریف کے یہاں بھی اگر ضرورت ہوتی تو آپ ہی بلوائے جاتے تھے۔ گویا آپ کی

ولایت بہار بھر میں تھی۔ آپ کی وفات بتاریخ ۵؍ شوال ۱۳۱۱ھ بہ مقام عماد پور ہوئی۔ پنجم شاہ امجد حسین صاحب مخدوم زادہ مقام روضہ چھپرہ کے ہیں۔

آپ کی وفات کے بعد اکثر لوگوں نے چندبار خواب و بیداری میں دیکھا ہے چنانچہ تین بار اس خاکسار نے بھی خواب میں دیکھا ہے ایک بار دیکھا کہ بہت بڑا باغ لب دریا ہے اس کے بیچ میں ایک خوش نما کوٹھی ہے اور باغ میں نہریں جاری ہیں اور مہندی کی ٹٹی نہایت خوبصورت ترشی ہوئی ہے اس کوٹھی کے دکھن جانب کے برآمدے میں آپ بیٹھے ہیں اور میں باہر پھاٹک سے دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے پیرومرشد مدظلہ العالی خلوت سے نکل کر پالکی میں سوار ہوئے اور پالکی کو ایک طرف آپ اور پیارے صاحب اور دوسری طرف منشی محمد امیر صاحب مرحوم اور مولوی خدا بخش خاں صاحب بہادر مدظلہ العالی نے اپنے کاندھے پر اٹھایا اور تیسری بار دیکھا کہ خانقاہ شریف کے پچھم اور دکھن کونے میں آپ دیسی کپڑے کا سفید کرتا اور پاجامہ پہنے ہوئے بیٹھے ہیں اور پیارے صاحب اور نواب لطف علی خاں مرحوم نہایت مودب سامنے بیٹھے ہیں اور ہماری دادی صاحبہ مرحومہ نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے ایک پگڑی ان کو عنایت فرمائی اور فرمایا کہ اس کو حسیب کو دینا کہ وہ یہ باندھ کر کچہری جایا کرے۔ اس وقت تک اس خاکسار کو کچہری سے کچھ سروکار نہ تھا۔ اس واقعہ کے بعد میں نوکر ہوا اور کچہری جانے لگا۔ اور مولوی علی حسین مرحوم ساکن چھپرہ یکے از مریدان نے اپنے انتقال کے وقت بیداری میں دیکھا کہ کلمہ تلقین فرماتے ہیں اور مولوی رفیع الدین صاحب مرحوم یکے از قرابت مندان و مریدان سے آپ کے تھے ان کے انتقال کے وقت ان کے یہاں مولوی حکیم وحید الدین صاحب مرحوم نے آپ کو عالم بیداری میں دیکھا کہ پریشان خاطر ہیں اور

سلسلہ قادریہ عمادیہ کے شجرے کا ایک قدیم مخطوطہ، کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے کاغذ میں کئی جگہ سوراخ ہو گئے ہیں اور حروف کٹ گئے ہیں۔ آخر میں حضرت شاہ علی امیر الحق کی مہر نمایاں ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً مصلیاً مسلماً

الٰہی ... شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین سید المرسلین ختم النبیین صاحب الوسیلۃ والفضیلۃ ولواء الحمد ...

ولد آدم فی باب الشفاعۃ سیدنا و مولینا احمد مجتبیٰ ابی القاسم محمد ن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ ...

الٰہی بحرمت مظہر العجائب شمس المشارق والمغارب مولینا اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ ...

الٰہی بحرمت سید شباب اہل الجنۃ فاتح مصحف الشہادت والی ولایۃ السیادۃ مولینا امام المومنین ابی عبد اللہ ... علیہ السلام

الٰہی بحرمت آدم اہل البیت وتد الاوتاد زین العباد مولینا الامام علی السجاد علیہ السلام

الٰہی بحرمت الباقر للعلوم حافظ معارج الیقین المستند لکل ولی مولینا الامام محمد ن الباقر علیہ السلام

الٰہی بحرمت دلیل طرق السما برزخ البرازخ شمس الازل والابد مولینا الامام جعفر الصادق علیہ السلام

الٰہی بحرمت شجرۃ الطور البیت المعمور السر المستور آیۃ النور مولینا الامام موسیٰ الکاظم علیہ السلام

الٰہی بحرمت روح الارواح غوث الاقطاب النور اللاہوتی امام الوریٰ مولینا الامام علی الرضا علیہ السلام

الٰہی بحرمت الشیخ معروف الکرخی قدس اللہ سرہ

الٰہی بحرمت الشیخ السری السقطی قدس اللہ سرہ

الٰہی بحرمت الشیخ الجنید البغدادی قدس اللہ سرہ

الٰہی بحرمت الشیخ عبد اللہ الشبلی قدس اللہ سرہ

الٰہی بحرمت الشیخ عبد الواحد قدس اللہ سرہ

الٰہی بحرمت الشیخ ابی الفرح یوسف الطرطوسی قدس اللہ سرہ

الٰہی بحرمت الشیخ ابی الحسن علی الہکاری قدس اللہ سرہ

الٰہی بحرمت الشیخ ابی سعید المبارک المخزومی قدس اللہ سرہ

الٰہی بحرمت القطب الربانی الغوث الصمدانی المحبوب السبحانی قطب الاقطاب السید محی الدین عبد القادر ...

الٰہی بحرمت شیخ الشیوخ الشیخ شہاب الدین ...

بعد انتقال بھی مغموم دیکھا۔ ان دونوں فعلوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بے شک بوقت مرگ پیران کی امداد ہوتی ہے۔

زبدۃ العارفین مولانا حاجی سید شاہ رشید الحق قدس سرہ العزیز

حضرت علی امیر الحق قدس سرہ کی وفات کے بعد بتاریخ ۱۸ر محرم الحرام بروز جمعہ ۱۳۰۲ھ کو حضرت سیدنا و مرشدنا مولانا حاجی سید شاہ محمد رشید الحقؒ کو بہ اجماع ارا کین خاندان مجیبیہ و عمادیہ وبہ اتفاق آرائے سائر عمائد عصر آپ کے عم محترم حضرت مولانا حافظ محمد فقیر الحق قدس سرہ نے آپ کو مجمع عام میں سجادہ عمادیہ پر بٹھا دیا۔

ولادت باسعادت آپ کی بست و ششم جمادی الثانی کو ۱۲۶۲ھ میں بہ مقام شہباز پور متصل قصبہ پھلواری اپنی پھوپھی کے یہاں ہوئی۔مادہ تاریخ ولادت با سعادت نیر بخت اور مظہر العجائب ہے۔ حضرت علی امیر الحق آپ کے والد ماجد نے آپ کی ولادت باسعادت کا قطعہ تاریخ لکھاہے درج ذیل ہے۔

نور عینی مرا عنایت کرد
آں خداوند خالق رزاق
خواستم چوں شہود قادر بخش
گفت ہاتف ''عنایت خالق''

(۱۲۶۲ھ)

آپ کی تعلیم کی ابتداء حضرت مولوی و معنوی شاہ آل یسین قدس سرہ یعنی اپنے ممیرے دادا سے ہوئی۔ پھر آپ نے مختلف بزرگوں سے ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ جب میزان الصرف شروع کرنے کی نوبت آئی تو حضرت علی امیر الحق قدس سرہ نے آپ کی تعلیم اپنے ہاتھ میں لے لی۔ یہاں تک کہ آپ نے میزان سے لے کر آخر تک کل کتابیں اپنے والد ماجد سے تمام فرمائیں۔ اور درمیان میں تعلیم علوم باطنیہ بھی ہوتی جاتی تھی۔ جب آپ کو علوم ظاہریہ کی تحصیل سے فراغت ہوئی تو علوم باطنیہ کی رفتار تیز کر دی گئی۔ بیعت تو سترہ برس کی عمر میں یعنی ۱۲۷۹ھ میں ہو چکی تھی اور تحصیل علوم باطنیہ تکمیل مدارج ۱۲۹۶ھ میں آپ کو اپنے اخی عمزاد حضرت مولوی معنوی سید شاہ محمد نذیر الحق فائز عمادی قلندری قدس سرہ کے ساتھ ساتھ حضرت علی امیر الحق قدس سرہ نے اجازت و خلافت عنایت فرمائی۔ اور ایک ہی اجازت نامہ دونوں کے نام لکھ کر حوالے فرمایا۔ آپ کو حضرت امیر الاولیاء کے زمانے سے ریاضات و مجاہدات کا خاص شوق تھا یہی وجہ تھی کہ جوانی میں آپ کے باثر اور صاحب قوت ہونے کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بیٹھ گیا تھا۔ باوجود مشغلہ ریاضات و مجاہدات واذکار واشغال کے آپ نے درس وتدریس کیلئے اپنے قیمتی اوقات میں سے کچھ وقت نکال لیا تھا چنانچہ اس وقت تک آپ کے تلامذہ کی معتد بہ تعداد موجود ہے۔ جن میں سے اکثر لوگ نہایت قابل ہیں۔ ۱۲۹۰ھ میں آپ اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ شعائر حج سے بھی فراغت حاصل کر آئے۔

آپ کے مبارک کارناموں میں بہتیری باتیں لکھنے کے قابل ہیں وہاں ایک مہتمم بالشان امر یہ ہے کہ حضرت امیر الاولیاء کے آخر عہد میں جو خانقاہ و مسجد کی

عمارت بنی وہ آپ کے زیر اہتمام بنی اور پھر آپ نے اپنے عہد سجادہ نشینی میں بھی توسیع خانقاہ و مسجد فرمائی اور عمارتیں بھی ہوائیں۔ آپ نے اپنے عہد میں یہ بھی معمول فرمایا کہ جمعہ کو وعظ و نصائح بیان فرمایا کرتے۔ بہت زمانہ تک یہ دستور رہا جب نقرس کی بیماری کی وجہ سے مجبور ہو گئے تو معمول بھی موقوف ہو گیا۔ بیان آپ کا بالکل آنچہ از دل خیزد بر دل ریزد کا مصداق ہوا کرتا تھا۔ سنگ دل آدمی دو چار ہی باتوں میں موم ہو جاتا تھا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں آپ کبھی کسی بات کا خیال نہ فرماتے تھے۔ جس شخص میں جو برائی دیکھی بغیر کسی رکاوٹ کے صاف صاف محض خلوص و محبت کے ساتھ اس کے منہ پر فرمادیا کرتے تھے۔ اکثر ہنود بھی آپ کی صحبت کیمیا اثر سے مستفید ہوئے ہیں۔ رموز تصوف و نکات حقانی و معارف کو آپ بہت آسانی اور سہولت کے ساتھ سمجھا دیتے تھے۔ اہل بدعت سے آپ کو طبعاً تنفر تھا۔ کبھی ایسے لوگوں کی صحبت یا ان سے ارتباط پسند نہیں فرماتے تھے۔ ۱۳۳۰ھ کے شوال میں آپ کا ارادہ دوبارہ حج و زیارت سے مشرف ہونے کا ہوا۔ چنانچہ یہاں کا بندوبست یہ کیا کہ جائداد موروثی کو اپنی اہلیہ کے نام مقرری حیاتی کر دیا اور جائداد موقوفہ کے نسبت ایک وصیت نامہ تعمیل کیا اس میں یہ شرط لکھی کہ

"منمقر نے اپنے پسر مولوی سید شاہ محمد حبیب الحق جو نہایت لائق و دیانت دار و پرہیز گار ہیں متولی واسطے زمانہ مابعد ممات اپنے مقرر کیا مناسب ہو گا کہ بعد ممات منمقر کے مولوی سید شاہ محمد حبیب الحق صاحب موصوف متولی و سجادہ نشین خانقاہ ہو کر کل انتظام جائداد کا کریں"۔ الخ

یہ سب انتظام کر کے آپ نے بتاریخ ۱۳ ر شوال بروز شنبہ وقت ایک بجے

دن کو مسجد میں دوگانہ ادا کیا اور خانقاہ عرفاں پناہ سے آپ تشریف لے گئے اور بنارس
حضرت مولانا رسول نماؒ کے مزار مبارک پر تشریف لائے اور پھر وہاں سے رخصت ہو
کر لکھنو پہنچے اور حضرت شاہ مینا علیہ الرحمہ و حضرت صوفی شاہ عبدالرحمٰن علیہ الرحمہ
کے مزار پر تشریف لے گئے اور فاتحہ پڑھی پھر وہاں سے دہلی تشریف لے گئے وہاں
پہنچ کر پہلے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر پھر حضرت
نجیب الدین فردوسی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر و حضرت امیر خسروؒ و حضرت خواجہ باقی با
اللہؒ و حضرت سرمدؒ و حضرت ہرے بھرےؒ پھر حضرت محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کے
مزار پر تشریف لا کر فاتحہ پڑھ کر رخصت ہوئے پھر وہاں سے اجمیر شریف تشریف
لائے وہاں چار روز تک حضرت خواجہ کے مزار پر حاضری رہی وہاں سے احمد آباد گجرات
تشریف لے گئے وہاں حضرت سید عالم بخاری اور حضرت شاہ سلطان احمد شاہ قدس
اسرارہما کے مزارات پر تشریف لے گئے پھر وہاں سے محلّہ خانپورہ میں حضرت شاہ
وجیہہ الدین قدس سرہ کے مزار پر فاتحہ پڑھی پھر محلّہ شاہ پور میں حضرت شاہ
عبدالوہاب قادری قدس سرہ کے مزار پر پہنچے وہاں فاتحہ پڑھی پھر دلی دروازہ کے باہر
حضرت موسیٰ صاحب سہاگ کے مزار پر تشریف لے گئے وہاں فاتحہ پڑھی اور
۹ر ذالحجہ کو بمبئی پہنچے اور ۱۶ر محرم کو جہاز پر سوار ہوئے۔ عدن میں پہنچ کر حضرت
عیدروس و حضرت شیخ احمد عراقی قدس اللہ اسرارہما کے مزار پر فاتحہ پڑھی۔ تاریخ
۷ر صفر کو مکہ معظّمہ پہنچے وہاں دو مہینے اٹھارہ روز قیام رہا پھر وہاں سے بیت المقدس
جانے کا ارادہ شریف مکہ سے ظاہر کیا۔ شریفِ مکہ نے ایک خط بنام والی قدس اور دوسرا
بنام والی شام اس مضمون کا لکھ دیا کہ حضرت مولانا محمد رشید الحق صاحب ہندوستان کے

بڑے بزرگ ہیں یہ زیارت کو جاتے ہیں آپ سے ملیں گے ان کو کسی بات کی تکلیف نہ ہو چنانچہ یہ خط لے کر آپ بتاریخ ۲۵ رربیع الثانی بہ ارادہ سفر شام وبیت المقدس مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے اور مصر پہنچے وہاں حضرت زینبؓ ورقیہؓ اور سیدہ فاطمہؓ المتوفیہ و سیدہ حفصہؓ اور حضرت امام زین العابدینؓ اور حضرت سیدہ عائشہؓ بنت امام زین العابدین علیہم السلام وامام شافعی رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے استاد امام ابو اللیث رحمہ اللہ علیہ کے مزارات کی زیارت کی اور حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک جہاں مدفون ہے اس مقام کی زیارت کی آٹھ رات مصر میں رہ کر اسکندریہ پہنچے وہاں حضرت دانیال پیغمبر علیہ السلام و حضرت اقبال حکیم و حضرت ابو العباس المرعشی و حضرت یعقوب الغزنی و امام ابو خیری مصنف قصیدہ بردہ کے مزارات کی زیارت کی تیسرے روز وہاں سے روانہ ہوئے اور یافہ ہوتے ہوئے بیت المقدس پہنچے پہلے شیخ الحرم سے ملاقات ہوئی بعد ازاں والی قدس سے ملاقات ہوئی بہت عزت کے ساتھ ملے اور سخرہ و مصلی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و مصلی حضرت خضر علیہ السلام و مسجد اقصی کی زیارت کی اور تمام انبیاء کے مزارات کی زیارت کی بارہ دن کے بعد وہاں سے یافہ روانہ ہوئے یہاں پہنچ کر والی دمشق سے ملاقات کی والی دمشق نے آپ کی بڑی عزت کی پھر تمام بزرگوں کے مزارات کی زیارت کی یہاں کوئی گلی کوچہ زیارت سے خالی نہیں ہے۔ تیس ہزار پیغمبروں کی قبر وہاں ہے۔ تیسرے روز دمشق سے ریل پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ روانہ ہوئے تین روز میں مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ ایک مہینہ پانچ روز مدینہ طیبہ میں رہے وہاں کی رجبی دیکھی۔ ۲۸ رجب کو مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے اور نویں شعبان وقت عصر مکہ معظمہ پہنچے اور رمضان کے مہینے میں سولہ عمرے کیے اور جمادی الاول ۱۳۳۲ھ کو

مکہ معظمہ سے ہندوستان روانہ ہوئے اور دسویں شعبان ۱۳۳۲ھ بروز اتوار بوقت سات بجے دن کو خانقاہ عمادیہ میں واپس تشریف لائے۔اس سفر کی پوری کیفیت آپ نے اپنے سفرنامے میں درج فرمایا ہے۔حج سے تشریف لانے کے بعد آپ پھلواری شریف حضرت عماد الدین قلندرؒ اور شاہ مجیب اللہؒ کے مزار پر تشریف لے گئے اور جناب قبلہ حضرت شاہ محمد بدرالدین صاحب دام فیوضہ نے آپ کے ساتھ اخلاق بہت کیا۔خلوت سے باہر صحن خانقاہ تک تشریف لاکر استقبال کیا اور دونوں بزرگ بغل گیر ہوئے۔وہ سماں بھی قابل دید تھا اس روز حضرت قبلہ دام فیوضہ کی طرف سے نہایت کشادہ پیشانی سے دعوت ہوئی اور دونوں بزرگ خلوت میں تشریف لے گئے ۔حضرت شاہ رشید الحق قدس سرہ جب تک سفر میں رہے امور خانہ داری وخانقاہ داری کو آپ کے صاحبزادے حضرت جامع شریعت والطریقت مولانا حافظ سید شاہ محمد حبیب الحق صاحب دام فیوضہ نے حسب وصیت نامہ بحسن وخوبی انجام دیا۔

حضرت شاہ رشید الحقؒ اپنے وصال سے برس روز پیشتر اکثر رویا کرتے تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا خدا سے یہ تھی کہ موت کی تکلیف ہم کو نہ ہو آسانی سے روح نکال لی جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے آپ کو سیب سنگھایا اور روح پرواز کر گئی لہذا میں بھی سکرات موت سے ڈرتا ہوں۔دیکھئے ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے۔ہماری بھی دو استدعا اللہ تعالیٰ جل جلالہ عمہ نوالہ کے حضور میں ہے ایک تو یہ کہ سکرات کی تکلیف نہ ہو۔دوسرے یہ کہ جس وقت ہماری روح پرواز کرنے لگے اس وقت ہمارے قریب ہمارے عزیز واقارب وفرزندان نہ ہوں۔کیونکہ وہ وقت خاص راز

ونیاز کا ہوگا۔ سوائے ہمارے اور خداوند تعالی کے دوسرا شخص نہ ہو ورنہ بال بچوں کو دیکھ کر خیالات منتشر ہو جائیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے آپ کی دونوں استدعاؤں کو قبول فرمایا۔ ۱۳۳۸ھ کے رمضان المبارک میں کل شہر پٹنہ کے لوگوں نے ۲۳ر رمضان کو خطبہ الوداع پڑھا۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ ہم کو خداوند کریم کی ذات سے یہ امید ہے کہ ایک جمعہ اور رمضان المبارک میں ہم کو ملے گا۔ ہم اس جمعہ کو خطبہ الوداع پڑھیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ تیس تاریخ رمضان کو دوسرا جمعہ ہوا اور آپ نے خطبہ الوداع پڑھا اور کل شہر کی مسجدوں میں دوبارہ الوداع پڑھا گیا۔ آپ عیدین کی نماز عید گاہ میں پڑھایا کرتے تھے۔ ۱۳۳۸ھ کے بقر عید کے خطبہ میں آپ کل لوگوں سے رخصت ہوئے اور فرمایا کہ میں اب بہت بوڑھا ہوا موت وحیات کا کچھ ٹھکانا نہیں ہے کہ پھر ہم کو یہاں آنا اور نماز پڑھانا نصیب ہو یا نہ ہو آپ لوگ ہمارے واسطے دعائے مغفرت کریں۔ ۲۰ر جمادی الاول ۱۳۳۹ھ کو عرس حضرت محبوب رب العالمین کا تھا۔ حضرت اس مجلس میں برابر شریک رہے اور وجد و حال بھی برابر جاری رہا۔ اکثر مہمانان جو اس عرس میں تشریف لائے تھے وہ اکیس تاریخ دن گزار کر شب بائیس کو رخصت ہوئے۔ عند التذکرہ آپ نے فرمایا کہ ہم کو خام قبر پسند ہے۔ اگر ہماری قبر خام ہو تو بہتر ہے۔ پچیس جمادی الاول کو آپ کے پوتی داماد جناب شاہ مسیح الدین احمد صاحب سلمہ اللہ تعالی مع اہل وعیال بہار شریف اپنے مکان پر جانے والے تھے۔ ان سے فرمایا کہ تم اس تاریخ کو نہیں جاسکتے ہو۔ پھر شب کے وقت عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر کھانا تناول فرمایا اور سو رہے۔ آپ کا معمول تھا کہ شب کو لالٹین بجھا کر سویا کرتے تھے اور دو بجے شب کو اٹھ کر خود اپنے دست مبارک سے لالٹین روشن کرتے اور سماور

میں آگ دے کر خود رفع ضرورت کو تشریف لے جاتے۔ وہاں سے آکر وضو فرماتے اور تہجد کی نماز ادا فرما کر ذکر و اشغال میں مشغول ہوتے تھے اور نماز فجر کے قریب ایک طالب علم ظفیر الدین نامی جو آپ کی چارپائی کے قریب سویا کرتا تھا اس کو اٹھا دیا کرتے تھے وہ اٹھ کر آپ کے منہ دھونے کا سامان درست کر دیتا تھا۔ آپ نماز فجر پڑھ کر تلاوت قرآن شریف دلائل خیرات میں مصروف ہوتے تھے۔ اس روز بھی آپ حسب معمول اٹھے اور کل معمولات سے فارغ ہو کر بستر استراحت پر لیٹ گئے اور ذکر نفی اثبات میں مشغول ہو گئے مگر طالب علم مذکور کو نہ اٹھایا۔ جب دھوپ نکل آئی تو وہ طالب علم خود اٹھا اور منہ دھونے کا سامان درست کرنے کو چلا کہ ایک آواز اللہ کی زور سے اس کے کان میں آئی۔ مگر اس نے چارپائی پر خیال نہ کیا۔ بلکہ سمجھا کہ آپ جہاں ذکر کرتے تھے وہیں ہیں۔ اس کے بعد وہ طالب علم اپنے حوائج ضروری کو چلا گیا۔ وہاں سے آکر دیکھا تو حضرت سوئے ہوئے ہیں۔ اس نے جگانے کے خیال سے پائے مبارک کو دبانا شروع کیا لیکن نہ اٹھے تو اس کو کچھ شبہ ہوا اور خلوت سے باہر آکر آپ کے پوتے مولوی محمد صبیح الحق صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سے واقعہ بیان کیا۔ وہ بھی خلوت میں گئے اور آپ کو ہلایا تو آپ نہ تھے لیکن بدن میں گرمی و نرمی تھی۔ تب وہ روتے ہوئے زنانہ مکان میں گئے اور ایک کہرام مچ گیا۔ خیال کیا گیا کہ لالٹین روشن تھی اور جس جگہ وضو فرمایا کرتے تھے وہاں وضو کا پانی گرا ہوا اور بدن بھی نرم و گرم ہے اور کسی طرح کا تغیر چہرہ مبارک پر نہیں ہے تو لوگوں کو شبہ ہوا کہ سکتہ ہے۔ ایک آدمی کو آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ محمد حبیب الحق صاحب دام فیوضہ نے ڈاکٹر وارث صاحب کو بلانے کے واسطے بھیجا۔ جناب ڈاکٹر صاحب بھی تشریف لائے مگر ان کے آنے سے پیشتر یہ

یقین ہو گیا کہ آپ راہی ملک بقا ہوئے کیوں کہ اللہ اللہ کا ضرب جو قلب پر لگایا تھا چہرہ اسی طرف جھکا ہوا تھا۔ حضرت صاجبزادے صاحب نے آپ کا سر مبارک اپنی گود میں لے لیا اور گریہ و بکا کرنے لگے۔ یہ خبر تمام شہر میں مشتہر ہو گئی۔ لوگ جوق در جوق آنے لگے۔ تھوڑی دیر میں ہزاروں آدمیوں کا مجمع ہو گیا۔ روسا شہر اور غربا جمع ہو گئے اور آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ کے دست مبارک میں ایک انگوٹھی تھی وہ مشکل سے اترا کرتی تھی مگر غسل کے وقت جب لوگوں نے اتارنا چاہا تو بہت آسانی سے اتر آئی۔ اور ایسا معلوم ہوا کہ آپ نے خود انگلی بڑھادی۔ بعد غسل جب کفن پہنایا گیا تو آپ کے چہرے مبارک پر سرخی آگئی اور چہرہ منور و تاباں ہو گیا۔ بعد ازاں نماز جنازہ باجماعت کثیر ہوئی اور تین سو آدمیوں کے قریب آپ کا جنازہ لے کر پیدل پھلواری تک لے گئے اور وہاں کے نیز اطراف و جوانب کے اکثر لوگ چونکہ نمازہ جنازہ میں شریک نہیں ہوئے تھے اس لئے مولانا تمنا صاحب عمادی نے دوبارہ نماز جنازہ کی تحریک پیش کی جناب شاہ محی الدین صاحب خانقاہ پھلواری مد فیوضہ نے فرمایا کہ ہم لوگ دوبارہ نماز جنازہ کو صحیح نہیں سمجھتے اس لئے مجبور ہیں۔ آپ کا جی چاہے تو آپ پڑھیے۔ چنانچہ مولانا تمنا صاحب اور مولانا حسین میاں صاحب وغیرہ ایک کثیر جماعت کے ساتھ اٹھے اور پانچ صفیں لمبی لمبی قائم ہو گئیں۔ مولانا تمنا صاحب امام کی جگہ پر جاچکے تھے کہ سامنے سے جناب حضرت شاہ بدرالدین صاحب زیب سجادہ مجیبیہ آتے ہوئے دکھائی دیئے تو مولانا تمنا صاحب نے ان کا انتظار کیا وہ آکر فوراً جنازے کے قریب کھڑے ہو گئے۔ مولانا تمنا صاحب نے واقعہ بیان کر دیا کہ نماز تو پٹنہ ہی میں ہو چکی تھی مگر ہم لوگوں نے نہیں پڑھی تھی اس لئے یہاں دوبارہ نماز ہو رہی

ہے۔ حضرت ممدوح نے فرمایا کہ ہم بھی پڑھیں گے اور صف میں مل جانے کا ارادہ کیا تو مولانا تمنا صاحب امام کی جگہ سے ہٹ آئے اور عرض کیا کہ تب حضور ہی نماز پڑھائیں چنانچہ حضرت ممدوح نے ہی نماز شروع کی۔ اس وقت جو لوگ رک گئے تھے وہ بھی سب آکر جماعت میں مل گئے۔ جس وقت قبر میں جسم اطہر مبارک رکھا گیا تھا تو وہ وقت قریب مغرب کا تھا مگر قبر مبارک ایسی روشن تھی جیسے صبح صادق کی روشنی ہوتی ہے اور باوجودیکہ آپ کے ایک دانت بھی نہ تھا۔ لیکن دیکھنے والوں کو قبر میں شبہ ہوتا تھا کہ آپ کے دانت موجود ہیں۔ یہ واقعہ بائیس جمادی الاول ۱۳۳۹ھ کا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مزار شریف آپ کا خام پائیں مزار حضرت شاہ علی امیر الحق قدس سرہ کے ہے۔ اس کے دوسرے روز چارپائی پر سے جب فرش اٹھایا گیا تو اس کے نیچے سے ایک نوشتہ بدست خاص لکھا ہوا پایا گیا اس میں یہ چند اشعار کسی کے مشہور ہیں لکھے ہوئے تھے۔

کوئی حرم کو کوئی بتکدے کو جائے ہے
کوئی تلاش معیشت میں سر کھپائے ہے
جو دل سے پوچھوں ہوں تو کس طرف کو جائے ہے
تو بھر کے آنکھوں میں آنسو یہ کہہ سنائے ہے
علی الصباح چو مردم بہ کاروبار روند
بلا کشان محبت بہ کوئے یار روند

آپ کے خلفاء حضرت جامع شریعت والطریقت مولانا حافظ سید شاہ محمد حبیب الحق سجادہ نشین و حسان الہند مولانا حیات الحق معروف بہ محی الدین تمنا سلمہ اللہ

تعالیٰ و مولوی وحید الدین نھسوی و مولوی شاہ حسن رضا مرحوم بیتھوی ہیں۔

سبب اقامت و توطن آباء حضرت مرشدی شاہ رشید الحقؒ درایں قصبہ پھلواری من مضافات صوبہ بہار

حضرت شاہ فتح اللہ جعفری الزینبیؒ نے کہ اکابر مشائخ عصر و خلیفہ و جانشین و نواسہ حضرت شیخ نور الدین ملک یار پراں قدس سرہ کے تھے انتقال فرمایا تو آپ کی اولاد میں جانشینی کے لئے تنازع اس قدر ہوا کہ بڑے صاحبزادے آپ کے حضرت شاہ سعد اللہ جعفری الزینبی قدس سرہ کو ترک وطن اور مہاجرت از اقربا مصلحت وقت معلوم ہوئی۔ لہذا آپ نے بہ مقتضائے وقت اپنے نور دیدہ برگزیدہ حضرت امیر عطاء اللہ قدس سرہ کو ساتھ لے کر جلاوطنی اختیار کی اور بنگالہ کی طرف متوجہ ہوئے جب قصبہ پھلواری میں پہنچے اور امیر صاحب جاگیر پرگنہ پھلواری کو کہ از مریدان آپ کے والد بزرگوار تھا اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اپنے عملہ کو لکھا کہ آپ کو بہر صورت راضی رکھو۔ جس چیز کی آپ کو حاجت ہو پوری کرو۔ بعد از آں سلطان شیر شاہ نے اپنی سلطنت بادشاہت کرنے کے ارادہ سے فوج اور سامان شاہی جمع کر کے ملک پر قبضہ کرنا شروع کیا اس وجہ سے کہ انتظام سابق میں خلل واقع ہوا اور زمینداروں نے ڈاکہ و شب خون مارنا شروع کیا۔ چنانچہ زمینداروں میں سے ایک زمیندار نے ایک روز شب خون مارا اور حضرت شاہ سعد اللہؒ برائے سیر و شکار با کنار دریائے پن پن تشریف لے گئے تھے کہ شربت شہادت سے سیراب و غریق دریائے رحمت الٰہی ہوئے کہ تاہنوز قبر شریف موضع سالار پور میں بمقام مشہد آپ کے موجود ہے۔ اور وہ سعد و مشہد کے

مزار کے نام سے مشہور ہے۔بعد اس واقعہ کے حضرت امیر عطاء اللہ ایک غلام موروث معتمد علیہ کے ساتھ اس جگہ سے روانہ ہوئے اور بلدہ شہسرام میں پہنچ کر لشکر ظفر اثر بادشاہی میں داخل ہوئے اور بادشاہ کے وزیر سے ملاقات ہوئی تو اس نے بہ سبب طلعت جمالی آپ کے ساتھ اخلاق بہت کیا اور کل کیفیت دریافت کر کے اپنی صحبت میں رکھا۔آخر بعد از صحت یابی بسیار علو و نسب و شرف حسب آپ کا اور قرابت قدیم ساتھ وزیر کے معلوم ہوئی۔ان وجہوں سے وزیر نے اپنی دختر نیک اختر کے ساتھ عقد کر کے حضور میں بادشاہ کے پیش کیا۔بادشاہ بھی جودت طبع و فور علم و دانائی و جمال نورانی سے آپ کے بہت مسرور ہوا۔آخر الامر خلعت امارت و منصب وزارت آپ کو عطا کیا اور تا عہد شیر شاہ وزیر تمام ہندوستان کے رہے۔بعد وفات شیر شاہ ۹۵۲ھ میں سلیم شاہ بیٹا اس کا تخت نشین ہوا تو اس کے وقت میں بھی بدستور سابق وزیر رہے۔بعد چار برس تخت نشینی سلیم شاہ کے ۹۵۶ھ میں ایک مسجد سنگ سرخ کی اکبر آباد میں تیار کرائی اور اس کے پتھروں کا ڈھانچہ کھڑا کر کے دو رکعت نماز اس میں ادا کی۔اور پتھروں کو اس قصبے میں بھیج دیا کہ تاہنوز وہ مسجد بفضلہ تعالیٰ درست و مستحکم موجود ہے۔بعد سلیم شاہ ۹۶۰ھ میں پسر شش ماہا کو تخت پر بٹھایا گیا اور اسی طور سے آپ وزیر رہے۔جب آمد آمد سلطان ہمایوں بادشاہ کی ہوئی تو آپ بافوج قاہرہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور شش ماہا کو دار السلطنت میں چھوڑا۔ماموں نے اس کے از راہ نمک حرامی اس طفل صغیر کو زہر دیا اور خود تخت پر بیٹھا اور نام اپنا محمد عاقل رکھا۔یہ بات خلاف حضرت وزیر کے ہوئی اور ہمایوں بادشاہ کے ساتھ صلح سے پیش آئے۔ہمایوں نے اس بات کو غنیمت سمجھ کر خلعت امارت و قلمدان وزارت اپنی طرف سے عطا کر کے ساتھ اکبر

بادشاہ کے ۹۶۱ھ میں واسطے تسخیر ہندوستان کے روانہ کیا(۱) چنانچہ اکبر نامہ میں منجملہ ساتھیوں کے آپ کا نام بھی مندرج ہے صرف فرق اس قدر ہے کہ ہم لوگ امیر عطاء اللہ کہتے ہیں اور اس میں خواجہ عطاء اللہ لکھا ہوا ہے۔ یہ کوئی فرق نہیں ہے اکثر اگلی کتابوں میں مشائخ یا مشائخ زادوں کے نام کے ساتھ خواجہ کا لفظ دیکھا جاتا ہے بہر کیف بعد فتح ہندوستان جب تسلط بادشاہی ہوا تو آپ کا ارادہ بمقتضائے فطرت ترک دنیا کا ہوا اور چاہتے تھے کہ بڑے صاحبزادے محمد مظفر کو حضور میں بادشاہی کے پیش کریں اور اس خدمت پر ان کو مامور کرا کر خود استعفا داخل کریں کہ اتفاقاً بمقتضائے الٰہی محمد مظفر نے تین لڑکے یتیم چھوڑ کر انتقال کیا۔ غم والم فرزند دلبند کا آپ کو از حد ہوا اور زندگانی ناگوار بہ یکدفعہ ترک جاہ و جلال و تلف مال و منال کر کے زوجہ و فرزندان کو اپنے ساتھ لیا اور والد بزرگوار کے مشہد کی طرف روانہ ہوئے اور اس قصبہ میں پہنچ کر مسکن اختیار کیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد جب اکبر بادشاہ کی سلطنت کا زمانہ پہنچا تو اس نے پھر آپ کو اپنے پاس طلب کیا۔ ہر چند آپ نے خدمت وزارت قبول نہ کیا لیکن بہ مجبوری حضور میں بادشاہ کے تھے۔ جب کل مہمات طے ہوئے اور ملک میں امن قائم ہوا اور آپ بھی ضعیف ہوئے تو جب بمقام محبّ علی پور گھوڑے پر سوار ہی تھے کہ جاں بحق تسلیم ہوئے اور کسی کو اطلاع نہ ہوئی اسی طور سے سوار چلے آتے تھے جب ساتھ کے لوگ آگاہ ہوئے تو گھوڑے سے اتارا اور پالکی پر مکان تک لائے۔ جب یہ خبر زوجہ کو آپ کی پہنچی تو انہوں نے کنیزوں کو حکم دیا کہ پانی گرم کرو جب پانی گرم ہوا تو غسل کیا اور نئے کپڑے پہنے اور عطر لگایا بعد اس کے دو رکعت نماز پڑھی اور مصلے پر جان بحق تسلیم ہوئیں۔ چنانچہ ایک روز بہ یک وقت دفن زوجین متصلاً واقع ہوا۔ قبر ان دونوں کی سنگی

---

(۱) اکبر نامہ قلمی موجودہ کتب خانہ مولوی خدا بخش خان بہادر صفحہ ۱۳۰ جلد دوم سلسلہ وار نمبر ۱۰۳

مسجد کے دکھن جانب مشہور و معروف ہے۔ مولانا نورالحقؒ لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت جدی و مرشدی یعنی مخدوم شاہ مجیب اللہ قدس سرہ سے پوچھا کہ وفات امیر و وفات زوجہ اس طور سے ہونا خالی از کرامت نہیں ہے۔ سلسلہ بیعت و طریقت ان لوگوں کا مجھ کو بھی معلوم نہیں ہے۔ بزرگ و بزرگ زادہ تھے اور اس زمانے میں شیوخ کاملین بھی بہت تھے۔ کسی جگہ رجوع کیا ہوگا واللہ اعلم پس اس وقت سے قصبہ پھلواری مسکن و ماوائے آبائی حضرت مرشدی شاہ رشید الحقؒ ہے۔

منجملہ تین فرزندان محمد مظفر مرحوم کے ایک حضرت اسمعیل تھے۔ صاحب احوال رفیعہ و صاحب کرامات عجیبہ از اعظم خلفائے حضرت مخدوم سید شاہ بدرالدین قادری شہباز پوری قدس سرہ کے تھے۔ ان کو خرقہ خلافت سید شاہ محمد قادری قدس سرہ والد بزرگوار سے اپنے پہنچا اور وہ خلیفہ حضرت قیمص قادری قدس سرہ کے تھے الیٰ آخر السلسلہ اور حضرت جنید اولیاء ثانی قدس سرہ فرزند باکمال حضرت شاہ اسمعیل قدس سرہ کے تھے۔ اوائل حال میں جو کچھ اپنے والد بزرگوار قدس سرہ جو کچھ پایا اس میں مشغول تھے بعد وفات حضرت والد قدس سرہ بلاواسطہ از روحانیت رسول خدا علیہ ﷺ تربیت پائی۔ اور بعد تکمیل بیعت خلافت مولانا ملا شاہ جمال اللہ اولیاء کروی سے حاصل کیا۔ اور خرقہ خلافت بھی آپ سے پایا۔ اور حضرت لعل میاں صاحب قدس سرہ خلیفہ اعظم حضرت جنید ثانی قدس سرہ کے تھے اور از روئے قرابت جدی برادر زادہ بھی تھے۔ یعنی حضرت جنید ثانی بیٹے حضرت شاہ اسمعیل کے اور وہ بیٹے محمد مظفر کے اور وہ بیٹے امیر عطاء اللہ کے اور حضرت شاہ برہان الدین عرف لعل میاں صاحب بیٹے حضرت بایزید ثانی کے ... بیٹے محمد فرید الدین کے اور وہ بیٹے حضرت شاہ

محمد حسین کے اور وہ بیٹے امیر عطاء اللہ کے اور تاج العارفین حضرت شاہ محمد مجیب اللہؒ از روئے قرابت جدی برادر زادہ تھے حضرت لعل میاں صاحب کے۔ بدیں طور کہ بیٹے ظہور اللہ کے اور وہ بیٹے محمد حسین کے اور قرابت ثانی حضرت تاج العارفین کے ساتھ لعل میاں کی یہ ہے کہ والدہ ماجدہ حضرت لعل میاں، بی بی نور جہاں بیٹی حضرت شاہ رکن الدین بن شاہ محمد حسین کی تھیں اور تیسری جہت یہ ہے کہ زوجہ محترمہ لعل میاں صاحب بی بی بوندن بیٹی کبیر الدین کی تھیں۔ اور چوتھی جہت یہ ہوئی کہ حضرت تاج العارفین کی شادی شاہ ابو تراب بن شاہ برہان الدین عرف لعل میاں کی صاجزادی سے ہوئی۔ جنید ثانی و حضرت لعل میاں صاحب کا ذکر تذکرہ الکرام میں مندرج ہے۔

نوٹ :۔ یہاں تک بزرگان دین کا تذکرہ مختار صاحب کی کتاب راہ نجات اور حضرت شاہ رشید الحقؒ کے حالات میں تذکرۃ الصالحین سے درج ہیں۔ اس کے بعد بزرگان دین کا تذکرہ "تذکرۃ الصالحین" "نقوش صبیح" اور حافظ سید شاہ وسیم الحق مدظلہٗ سے حاصل کردہ معلومات سے درج کیا جاتا ہے (سید نعمت اللہ)

حضرت مولانا حافظ سید شاہ محمد حبیب الحق قدس سرہ

آپ کی ولادت ۲۸ر رمضان بروز جمعہ وقت اشراق ۱۲۹۵ھ کو ہوئی۔ تاریخی نام صابر بخت ہے۔ ۲۸ر شوال ۱۲۹۹ھ کو حضرت علی امیر الحق قدس سرہ نے مکتب پڑھائی۔ ابتدائی کتابیں بیشتر اپنے والد ماجد حضرت شاہ رشید الحق قدس سرہ سے پڑھیں اور متوسطات مولوی حفیظ اللہ صاحب مرحوم اور مولوی حکیم علی حیدر صاحب مرحوم اور مولوی عبداللہ مرحوم پنجابی سے پڑھیں۔ ہدایہ

آخیریں۔ صدرا۔ شمس بازغہ ۔ حمداللہ ۔ قاضی مبارک۔ زوائد ثلاثہ ۔ شرح چغمنی۔ شرح مواقف۔ توضیح تلویح۔ مسلم الثبوت ۔ صحاح ستہ من اولہم الی آخر ہم۔ حضرت مولانا محمد کمال صاحب محدث بہاری علی پوری سے پڑھیں۔ ۱۲ر ربیع الاول ۱۳۱۸ھ کو مولانا محمد کمال صاحب نے آپ کے سر پر دستار فضیلت باندھی۔ اس وقت علماء کو چھوڑ کر حاضرین کی تعداد تقریباً تین ہزار ہوگی۔ اس مجمع میں آپ نے سورہ والعصر پر ایسی زبردست تقریر کی کہ حاضرین کی زبان سے بیساختہ سبحان اللہ کے نعرے بلند ہو جاتے تھے۔ دوسرے روز مولانا حکیم ظہیر احسن صاحب شوق نیموی حضرت شاہ رشید الحق قدس سرہ کے پاس خاص طور سے مبارکباد کے لئے تشریف لائے اور فرمایا کہ عظیم آباد میں یہ صاحبزادے بہترین واعظ ہوں گے۔

۲۸ر شوال ۱۳۱۱ھ کو بروز عرس حضرت چراغ عظیم آباد مولانا حافظ حاجی سید شاہ محمد نصیر الحق قدس سرہ آپ کی بیعت ہوئی اور اسی وقت اجازت وخلافت تفویض ہوئی۔

اس وقت حاضرین نہایت پر کیف تھے۔ ہر شخص پر ایک کیفیت طاری تھی کہ سماع (قوالی) میں بھی ایسی کیفیت کم دیکھنے میں آئی ہے۔

حضرت شاہ رشید الحق کے وصال کے چوتھے دن مجلس ایصال ثواب (قرآن خوانی) ہوئی اور اسی دن تمام مشائخین عظیم آباد واطراف بہار کے سامنے مولانا شاہ محمد حبیب الحق صاحب کی سجادہ نشینی ہوئی تو پہلے خاندانی تبرکات یعنی تاج جعفری وسر بند ونیم تنہ وکمر بند وتسبیح حضرت محبوب رب العالمین خواجہ عماد الدین قلندرؒ بادشاہ قدس سرہ کی وعبا الفی حضرت مولانا حافظ سید شاہ نصیر الحق قدس سرہ کی پہنائی گئی۔ بعدہ

سب سے پہلے خانقاہ حضرت مخدوم الملک کی طرف سے شاہ رشید الدین احمد صاحب نے پگڑی پیش کی پھر حضرت مولوی شاہ محی الدین صاحب نے خانقاہ مجیبیہ کی طرف سے پگڑی اور دو روپیہ نذر پیش کیا۔ پھر تمام مشائخ کی طرف سے پگڑیاں پیش ہوئیں۔ قوال حاضر تھے انہوں نے گانا شروع کیا اور ایسی مجلس جمی کہ تقریباً چار ہزار آدمیوں کے مجمع میں کوئی ایسا نہ تھا جو بہ کیف نہ ہو۔ ہر شخص پر خاص اثر تھا۔ اس وقت تمام اہل قرابت و متوسلین سلسلہ عمادیہ و مجیبیہ کا جو حال تھا وہ کیا بیان ہو ہر شخص حضرت سجادہ کے خرقہ کو بوسہ دیتا تھا اور فیضان حاصل کرتا تھا۔ ایک بجے دن کو مجلس ختم ہوئی اور حضرت خلوت میں جلوہ افروز ہوئے اور سجادہ پر متمکن ہوئے اسی وقت بہت لوگ داخل سلسلہ ہوئے۔

آپ تقریباً ۲۳ سال سجادہ عمادیہ پر فائز رہے۔ اپنے دور کے جید عالم اور اعلیٰ پائے کے خطیب تھے۔ آپ شب جمعہ کو خانقاہ کی مسجد میں تفسیر قرآن بیان فرماتے تھے۔ اس کے علاوہ مختلف مواقع پر وعظ و خطاب فرماتے جن میں ۱۲ ربیع الاول کو بیان سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ۹ محرم ذکرِ شہادت امام حسینؓ۔ دونوں محفلوں میں کثیر تعداد میں لوگ شرکت کرتے تھے۔ دونوں محفلیں آج بھی بحمد للہ خانقاہ میں قائم ہیں۔ حضرت دعا بھی بڑے خشوع خضوع سے مانگتے جس کا سب سے اہم موقع ۱۵ شعبان کو نماز فجر کے بعد کا ہوتا۔

ایک بار پٹنہ اور اطراف میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے خشک سالی کا خطرہ تھا۔ نماز استسقاء کا اہتمام کیا گیا۔ پٹنہ سیٹی اسکول کے میدان میں آپ نے امامت فرمائی اور بارش کے لئے دعا فرمائی۔ کہتے ہیں کہ دعا یوں قبول ہوئی کہ لوگ گھر واپس پہنچتے پہنچتے

بارش میں بھیگ گئے۔ اس قدر بارش ہوئی کہ خشک سالی کا خطرہ ٹل گیا ۔ آپ کو درس وتدریس سے بھی بڑا شغف تھا۔ شاگردوں کی اچھی خاصی تعداد ہے۔ ان میں ان کے صاحبزادوں حضرت مولانا شاہ صبیح الحقؒ اور مولانا حکیم شاہ حسین الحقؒ کے علاوہ خانقاہ سملی کے سجادہ نشیں شاہ فدا حسینؒ اور شاہ حسیب الدین مرحوم کے صاحبزادے حافظ شاہ وجیہ الدین نمایاں ہیں۔ حضرت بہترین خوش نویس اور ممتاز قاری تھے خانقاہ کی مسجد میں تراویح خود پڑھاتے تھے۔

آپ کی شخصیت صبر و توکل کا پیکر تھی۔ دنیاوی جاہ ومنصب کو کبھی خاطر میں نہ لائے۔ مرید بھی ہر کس و ناکس کو نہیں کرتے تھے۔ احکام شریعت کے سخت پابند تھے۔

آپ نے قرآن مجید کے تیسویں پارے کی تفسیر لکھی تھی اور ایک رسالہ آثار قیامت کے نام سے لکھا یہ دونوں شائع ہو چکے ہیں ۔

۱۳۶۱ھ کے رمضان میں تراویح پڑھاتے ہوئے آپ پر فالج کا حملہ ہوا۔ ۲۵؍رمضان المبارک مطابق ۲۲؍دسمبر ۱۹۴۲ء کو ظہر کے وقت آپ نے رحلت فرمائی۔ مریدوں اور عقیدت مندوں نے اپنے کاندھوں پر آپ کا جنازہ خانقاہ عمادیہ پٹنہ سیٹی سے تقریباً سولہ کلومیٹر کے فاصلے پر پھلواری شریف لعل میاں کی درگاہ پہنچایا۔ آپ اپنے والد بزرگوار کے پائیں دفن کئے گئے۔ حضرت حمید عظیم آبادی نے اس مصرع سے سن وفات نکالا۔

ولیِ دیں حبیب الحق ہیں اور فردوس جنت ہے

۱۳۶۱ھ

آپ کی چار شادیاں ہوئیں۔ پہلی شادی حضرت شاہ امین احمد صاحب سجادہ مخدوم الملک قدس سرہ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ دوسری شادی محسن پور میں ہوئی اس محل سے کوئی اولاد نہیں ہے۔ تیسری شادی شیخ پورہ میں ہوئی۔ چوتھی شادی مولوی ایوب صاحب کریم چک چھپرہ کی صاحبزادی سے ہوئی۔

آپ نے اولاد میں تین صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں چھوڑیں۔ بڑے صاحبزادے حضرت مولانا سید شاہ صبیح الحقؒ آپ کے جانشیں ہوئے۔ دوسرے صاحبزادے مولانا حکیم سید شاہ حسین الحقؒ عالم دین، طبیب اور ایک اچھے مقرر تھے۔ پٹنہ سیٹی کے مدرسہ عربیہ سے درس نظامی میں فراغت کے بعد طبیہ کالج پٹنہ میں طب کی تعلیم حاصل کی اور وہیں شفاخانے میں ملازمت اختیار کی۔ ۱۹۸۳ء میں انچارج شفا خانہ کے عہدے سے رٹائر ہوئے آپ کا خانقاہ میں بھی مطب قائم تھا۔ کتب بینی محبوب مشغلہ تھا۔ روزنامچہ لکھنے کا بھی شوق تھا۔ پٹنہ کی خانقاہوں، مدرسوں، مسجدوں، درگاہوں، اور مختلف محلوں اور یادگاروں کے بارے میں ایک کتاب ''جو دیکھا جو سنا'' مرتب کی۔ ۱۸ر اگست ۱۹۹۶ء کو آپ کا انتقال ہوا۔ خانقاہ کے احاطے میں مدفون ہیں۔ آپ کے چھ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں۔

حضرت مولانا شاہ حبیب الحقؒ کے چھوٹے صاحبزادے حافظ سید شاہ وسیم الحق کراچی میں مقیم ہیں۔ آپ کو شعر و ادب کا اچھا ذوق ہے۔ مضامین بھی لکھتے ہیں اور شاعری بھی کرتے ہیں۔ نہایت ہی اعلیٰ اخلاق کے مالک اور انسان دوست ہیں۔ ۱۹۹۸ء میں پاکستان نیشنل شپنگ کارپوریشن سے مینیجر فنانس کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ آپ کے تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں۔

حضرت مولانا سید شاہ صبیح الحق قدس سرہ'

آپ ۸؍ رمضان المبارک ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۱ء کو پیدا ہوئے۔ تاریخی نام "چراغ عماد" تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے جد امجد سے حاصل کی۔ اور ان کے دستِ حق پرست پر ۱۲سال کی عمر میں بیعت کی۔ درسیات کی ابتدائی کتابیں اپنے والد بزرگوار سے پڑھیں۔ چند سال مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں زیر تعلیم رہے۔ پھر مدرسہ سجانیہ الہ آباد چلے گئے۔ وہاں مولانا نعیم الہ آبادی آپ کے ہم سبق تھے۔ ترک موالات کی تحریک کے زمانے میں آپ کانپور چلے گئے اور مدرسہ الٰہیات میں مولانا آزاد سجانیؒ کی زیر نگرانی تعلیم مکمل کی۔ علوم باطنی کی تکمیل اپنے والد کی سرپرستی میں کی۔ علوم ظاہری اور باطنی میں درجہ کمال کو پہنچے۔ عربی فارسی کی بے پناہ صلاحیت کے علاوہ جفر، رمل اور علم تکسیر میں بھی طبعی ذہانت اور مطالعے سے آپ کو دسترس حاصل ہوئی۔

خطابت کی اعلیٰ صلاحیت تھی۔ تقریروں میں عربی، فارسی اور اردو اشعار کا برمحل استعمال کرتے اور لوگ گھنٹوں محویت کے عالم میں آپ کو سنتے۔ طبیعت میں بزلہ سنجی تھی اور تقریر کے درمیان موقع کے مناسبت سے لطیفے بھی بیان کرتے تھے۔ خانقاہ میں تفسیر قرآن کا سلسلہ قبل سے جاری تھا۔ آپ نے درس حدیث، مثنوی مولانا روم اور مخدوم شرف الدین یحییٰ منیریؒ کے مکتوبات صدی کا ترجمہ و تشریح کا بھی سلسلہ شروع کیا۔

آپ صلح جو اور منکسر المزاج تھے۔ اتحاد بین المسلمین پر زور دیتے تھے۔ آپ "بزم صوفیائے بہار" کے بانی رکن تھے اور "متحدہ سیرت کمیٹی" کے روح رواں تھے۔

جس کے جلسے میں ہر مکتبہ فکر کے علماء شریک ہوتے تھے۔ اس بات کا خیال رکھا جاتا تھا کہ اختلافی مسائل بیان نہ کئے جائیں۔ امیر جماعت اہلحدیث حضرت مولانا عبد الخبیرؒ سے آپ کے گہرے مراسم تھے ۔

سید رضی الدین احمد مرحوم ممبر یونیورسٹی کمیشن بہار نے حضرت کے ذاتی کردار کی ان الفاظ میں بالکل صحیح تصویر کشی کی ہے۔

"ان کے فکر کی بلندی ' طبیعت کی خودداری ' بے لوثی اور گہری شرافت ان کے صحبت نشین کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ ناآسودگی کرب نے متوازن زندگی کو کبھی متزلزل ہونے نہیں دیا۔ پاس شریعت اور خشک علم سے بھی قلندرانہ مزاج کبھی مجروح نہیں ہوسکا۔ متانت و بذلہ سنجی کا حسین امتزاج ان کی شخصیت میں تھا۔ وقت کے تقاضوں سے وہ ایسے باخبر رہتے جس کی کوئی دوسری مثال خانقاہوں یا مدرسوں میں نہیں ملتی۔ دل ایسا درد مند پایا تھا کہ قومی انحطاط یا سماجی انتشار پر گفتگو کے دوران آنکھیں نم ہوجاتیں۔ "نقوش صبح" صفحہ ۶

سجادہ نشینی سے پہلے شاعری کرتے تھے۔ حضرت علامہ تمنا عمادی سے تلمذ حاصل تھا۔ کلام کا انتخاب "نقوش صبح" میں شامل ہے ۔ اگست ۱۹۷۴ء میں پوسٹریٹ گلینڈ کے مرض میں مبتلا ہوکر جمعہ ۲۴ / محرم الحرام ۱۳۹۵ھ مطابق ۷ فروری ۱۹۷۵ء تقریباً دو بجے دن آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ دوسرے دن خانقاہ سے ملحق اردو لائبریری کے میدان میں آپ کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا حکیم سید شاہ حسین الحق ؒ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ دوسری نماز انجمن اسلامیہ ، تیسری پٹنہ جنکشن اور چوتھی نماز حضرت لعل میاں کی درگاہ پھلواری میں مولانا سید شاہ فرید الحق

عمادی مدظلہ کی امامت میں ہوئی۔ حسب روایت مرید اور متوسلین میت کو اپنے کاندھوں پر پٹنہ سیٹی سے پھلواری شریف لے گئے۔ ہزاروں لوگ میت کے ساتھ جلوس میں شامل تھے۔ سڑکوں پر سکھ اور ہندو ہاتھ جوڑے کھڑے سلام رخصت پیش کررہے تھے۔ تقریباً ساڑھے چار بجے شام اپنے والد کی پائیتی میں سپرد خاک کیے گئے۔

آپ کی شادی آبگلہ (گیا) میں حضرت سید شاہ مظاہر امام کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی تھی جن سے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ بڑے صاحبزادے شاہ فرید الحق عمادی دامت برکاتہٗ کے علاوہ دوسرے سید شاہ امین الحق عمادی رانچی میں مقیم ہیں۔ آپ رانچی یونیورسٹی میں ملازم تھے۔ چھوٹے صاحبزادے سید شاہ متین الحق عمادی محمڈن اینگلو عربک اسکول پٹنہ سیٹی میں پڑھاتے ہیں۔ خوش گو شاعر ہیں۔ عظیم آباد کے موجودہ ممتاز شاعروں میں شمار ہے۔ آپ نے "نقوش صبح" مرتب کرنے کے علاوہ حضرت مولانا حافظ شاہ ظہور الحق ظہورؒ کے مرثیوں کو "مراثی ظہور" کے نام سے مرتب کیا ہے۔

حضرت مولانا سید شاہ فرید الحق عمادی مدظلہ العالی

آپ نے اپنے والد ماجد کے وصال کے بعد ۱۰ فروری ۱۹۷۵ء کو خانقاہ عمادیہ کی مسند رشد و ہدایت سنبھالی۔ آپ نے ابتدائی کتابیں اپنے جد امجد اور والد ماجد سے پڑھیں۔ متوسطات اپنے خالو مولانا شاہ عبدالمنانؒ صدر مدرس مدرسہ محمدیہ عربیہ پٹنہ سیٹی اور مولانا ظفیر الدینؒ پرنسپل مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ سے پڑھیں۔ درس نظامی کی تکمیل مدرسہ منظر الاسلام بریلی سے کی۔ آپ کو بیعت و خلافت اپنے والد ماجد علیہ

الرحمتہ سے ہے۔ اعلیٰ درجے کے خطیب اور نعت گو ہیں۔

۱۹۷۹ء میں آپ نے خانقاہ میں مدرسہ "عماد العلوم" قائم کیا ہے۔ کتب خانہ عمادیہ کی بھی توسیع کی ہے۔ اس کتب خانے میں ہزاروں کی تعداد میں عربی، فارسی اور اردو میں مختلف موضوعات پر لکھی ہوئی کتابیں ہیں۔ مخطوطات کا بھی بہت اچھا سرمایہ ہے۔ آپ نے مسجد کی بھی توسیع اور تعمیر نو کرائی ہے۔

آپ کے مریدین کا وسیع حلقہ پاکستان، بنگلہ دیش اور بھارت میں ہے۔ آپ کے چھ بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ بڑے صاحبزادے سید شاہ مصباح الحق سلمہ اللہ تعالیٰ عالم دین اور اچھے مقرر ہیں اور کمپیوٹر کی تعلیم بھی حاصل کی ہے۔ دوسرے سید شاہ عتیق الحق سلمہ، حافظ قرآن اور تاریخ میں ایم اے ہیں۔ بقیہ صاحبزادگان حصول علم میں مصروف ہیں۔

حضرت مولانا حافظ سید شاہ محمد حبیب الحقؒ کی اولادیں
حضرت مولانا حافظ سید شاہ محمد حبیب الحقؒ
مولانا سید شاہ صبیح الحقؒ
مولانا سید شاہ حسین الحقؒ
حافظ سید شاہ وسیم الحق
رکعہ خاتون
رابعہ خاتون
حمیرا خاتون
معینہ خاتون
صفیہ خاتون
رکعہ خاتون
حفیظ الدین
وحیدہ خاتون
ولیہ خاتون
جمیل احمد
حضرت سید شاہ صبیح الحقؒ
سلیمہ خاتون
مولانا سید شاہ فرید الحق
سید شاہ امین الحق
سید شاہ متین الحق
ریحانہ خاتون
رابعہ خاتون
محمد ولی اشرف
محمد ولی احنف
مولانا سید شاہ حسین الحقؒ
۱۔ ابراہیم خلیل الحق
۲۔ مخدوم شرف الحق
۳۔ رخسانہ خاتون
۴۔ محبوب عماد الحق
۵۔ اظہر الحق
۶۔ نجیب الحق
۷۔ محب الحق
۸۔ عذرا خاتون
حمیرا خاتون
محمد شمیم
محمد تسنیم
صوفیہ خاتون
قدسیہ خاتون
عطیہ خاتون
محمد شکیل
محمد کفیل
ثریا ناز
معینہ خاتون
سعید اختر
بریرہ خاتون
صفیہ خاتون
محمد نجم
طلعت آرا
محمد قمر
نصرت آرا
خورشید شہاب
فرخ شہاب
ناہید خاتون
امجد شہاب
حافظ سید شاہ وسیم الحق
اظفر الحق
اصدر الحق
احسن الحق
رعنا جبیں

عظیم آباد کے ممتاز مورخ و محقق

مولوی حسیب اللہ مختار

کی سوانح حیات

”احوال و آثار مولوی حسیب اللہ مختار“

مرتب : سید نعمت اللہ

ملنے کا پتہ : A-57 بلاک 18 فیڈرل بی ایریا، کراچی 75950

یا

بساطِ ادب پاکستان، آر 19، بلاک 20 فیڈرل بی ایریا، کراچی 75950

عظیم آباد، پھلواری شریف اور داتاپور کے مشائخ اور علماء کا نایاب تذکرہ

"تذکرۃ الصالحین"

مولف : مولوی حسیب اللہ مختار

مرتب : سیّد نعمت اللہ

ترتیب نو کے ساتھ زیرِ طبع ہے

ملنے کا پتہ : A-57 بلاک 18، فیڈرل بی ایریا کراچی 75950

یا

بساطِ ادب پاکستان۔ آر 19، بلاک 20، فیڈرل بی ایریا کراچی 75950

مطبوعاتِ بساطِ ادب (پاکستان)

شاعری

آدھی رات کا پورا چاند	جاوید وارثی	۱۵۰ روپے
سب اچھا کہیں (نعت)	انعام گوالیاری	۱۵۰ روپے
شہر آشوب	جاوید وارثی	۱۵ روپے
کفِ گلفروش	شوق عظیم آبادی	۱۵۰ روپے
گردِ کارواں	انجم شیرازی	۱۰۰ روپے
پیش رفت	یعقوب تصور	۱۵۰ روپے
چراغ دریچوں کے	حنیف خان کامل بنارسی	۱۵۰ روپے
محرابِ حرم (نعت)	رحمان خاور	۱۰۰ روپے
آگ خون پانی	حیرت الہ آبادی	۱۵۰ روپے
طاقوں میں پڑے خواب	ثروت سلطانہ ثروت	۱۵۰ روپے
ایک کہانی بڑی پرانی	رباب رضوی	۵۰ روپے
ایک گیت اور سہی	ساتھی اعظمی	۵۰ روپے
جلتے دیپ	سید ولی حیدر	۱۰۰ روپے
بجھے دیئے	سید ولی حیدر	۱۰۰ روپے
تہذیب جنوں	اعجاز جونپوری	۱۵۰ روپے
سرمایہ عزیز	عبدالعزیز اظہر	۱۵۰ روپے
نغمہ زیرِ لب	انعام گوالیاری	۱۵۰ روپے
صحرا آنکھیں اور تنہائی	تسنیم عابدی	۱۵۰ روپے
پھر ساز سدا خاموش ہوا	نثار بزمی	۱۵۰ روپے
نئے پرانے ورق	نور بریلوی	۱۵۰ روپے
حسرتِ اظہار (تیسرا ایڈیشن)	نظیر صدیقی	۱۰۰ روپے
چہرے پہ لکھ رہا ہوں	انور فخری	۱۵۰ روپے

حرف حرف کائنات	نگار فاروقی	۱۵۰روپے
باتیں سخنوروں کی	سہیل غازی پوری	۱۵۰روپے
جگنو تتلی رنگ	حیرت الہ آبادی	۱۵۰روپے
سائے سائے دھوپ	صدیق فتح پوری	۱۵۰روپے

افسانے

سوکھی پتیاں	افسر ماہ پوری مرحوم	۱۵۰روپے
عمر خیام اور دوسری غیر ملکی کہانیاں	علی حیدر ملک	۱۵۰روپے

ناول

اکیسویں صدی کا چنگیز خان	قیصر سلیم	۲۰۰روپے
کشور	قیصر سلیم	۱۲۵روپے
گھر پیارا گھر	قیصر سلیم	۱۰۰روپے
اندھی نگری چوپٹ راج	قیصر سلیم	۲۰۰روپے
تحریر کے سناٹے میں	قیصر سلیم	۲۰۰روپے

طنز و مزاح

اے دوست	ڈاکٹر محمد محسن	۱۵۰روپے
آئیڈیل منافق	ڈاکٹر محمد محسن	۱۵۰روپے
مشرقی لڑکا	ڈاکٹر محمد محسن	۱۵۰روپے
نیویارک مرے آگے	سید حیدر علی	۱۵۰روپے

دیگر

سفر نامہ امریکا	قیصر سلیم	۲۵۰روپے
نذرِ نظیر	جاوید وارثی۔ ڈاکٹر محمد محسن	۱۵۰روپے
پروین شاکر کے خطوط	مرتبہ جاوید وارثی	۱۰۰روپے
مسلم بنگالہ کا ماضی حال اور مستقبل	محمد عثمان رمز مرحوم	۱۵۰روپے
آپ کلینک کیسے شروع کریں	ڈاکٹر شہناز محسن	۱۰۰روپے

شخصی قوانینِ اسلام	توقیر مرزا رزقی	۲۵۰ روپے
احوال و آثار مولوی حسیب اللہ مختار	سید نعمت اللہ	۱۰۰ روپے
انوار الاولیاء	مولوی حسیب اللہ مختار	۱۵۰ روپے

زیر طبع

خالقِ کون و مکاں (حمد)	ڈاکٹر جمیل عظیم آبادی	۱۵۰ روپے
دیارِ غزل	اطہر صدیقی	۱۵۰ روپے
چھلنی کی پیاس (شعری کلیات)	محب عارفی	۲۰۰ روپے
خوشبوئے مدینہ (نعت)	حبیب اللہ رومی	۱۵۰ روپے
فکر صفا کی پہلی کرن (حمدیہ نعتیہ شاعری)	یعقوب تصور	۱۵۰ روپے
خامشی جب کلام کرتی ہے (شاعری)	ابرار عابد	۱۵۰ روپے
تذکرۃ الصالحین	مولوی حسیب اللہ مختار	۱۵۰ روپے
خواب ہی تو دیکھتے ہیں (شاعری)	جاوید وارثی	۱۵۰ روپے
یعنی رات بہت تھے جاگے (سوانح)	جاوید وارثی	۳۰۰ روپے
آئینہ ہے روبرو (مضامین)	جاوید وارثی	۱۵۰ روپے
بساطِ ادب (مضامین)	پروفیسر آفاق صدیقی	۱۵۰ روپے
اندیشہ (شاعری)	شمیم احمد باذل	۱۵۰ روپے
مختلف زبانیں اور فیملی فزیشن اُردو۔ بلوچی	ڈاکٹر محمد محسن	۵۰ روپے
مختلف زبانیں اور فیملی فزیشن اُردو۔ پنجابی	ڈاکٹر محمد محسن	۵۰ روپے
مختلف زبانیں اور فیملی فزیشن اُردو۔ گجراتی	ڈاکٹر محمد محسن	۵۰ روپے
مختلف زبانیں اور فیملی فزیشن اُردو۔ فارسی	ڈاکٹر محمد محسن	۵۰ روپے
مختلف زبانیں اور فیملی فزیشن اُردو۔ عربی	ڈاکٹر محمد محسن	۵۰ روپے
مختلف زبانیں اور فیملی فزیشن اُردو۔ انگریزی	ڈاکٹر محمد محسن	۵۰ روپے
مختلف زبانیں اور فیملی فزیشن اُردو۔ بنگالی	ڈاکٹر محمد محسن	۵۰ روپے

بساطِ ادب

انوار الاولیاء

(سلسلۂ عمادیہ)

'صاحب انوار الاولیاء' کے نبیرے سید نعمت اللہ صاحب نے 'وسیلۂ نجات' سے اخذ و تدوین کا کام بڑی خوبی، محنت اور لگن سے انجام دیا ہے۔ انھوں نے دراصل تذکرے کو زبان وبیان کا نیا انداز دے کر اسے آج کے قاری کے لئے زیادہ مفید اور دلکش بنادیا ہے۔ اس سے پہلے انھوں نے "احوال و آثار، مولوی حسیب اللہ مختارؒ" کے عنوان سے مولانا مختارؒ اور اپنے خاندان کے حالات بڑے ستھرے پیرائے میں قلم بند کئے تھے۔ "انوار الاولیاء" ان کا دوسرا کارنامہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ مفید اور قابل قدر کتاب قارئین کے حلقے میں ضرور مقبول ہوگی۔

(ڈاکٹر) اسلم فرخی

۲۴رجب المرجب ۱۴۲۰ھ

رابطہ

سید نعمت اللہ۔ A-57 بلاک ۱۸، فیڈرل بی ایریا کراچی ۷۵۹۵۰

فون : 6344439-674092